صوت النجف الاشرف

ماہانہ علمی سماجی رسالہ جمادی الاول ۱۴۳۵ ھ

جعفر بن أبي طالب رضي الله عنه

لسماحة آية الله العظمى المرجع الديني الكبير الشيخ بشير حسين النجفي دام ظله الوارف

بانی

سماحة آية الله العظمى المرجع الديني الكبير الشيخ بشير حسين النجفي

مدیر اعلیٰ

سماحة الشیخ علی النجفی

انتظامی مدیر

شیخ قیصر عباس

نظارت

سید نسیم نقوی

سید تنویر عباس رضوی

معاون

شیخ علی عباس نجفی

شیخ محمد تقی ہاشمی

شیخ محمد مجتبیٰ نجفی

تزیین و آرائش و سرورق

بھاء کنانی

فوٹو گرافر

سید علی

رسالے کی سالانہ ممبرشپ حاصل کرنے کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں۔

0092 312 519 7082

Email:m.urdu@alnajafy.com

00964 760 1601182

صوت النجف الاشرف کو مقالات و تحریروں میں تدوین و ترمیم کا مکمل اختیار ہے۔

۵ انتظارِ امامِ مہدی علیہ السلام کا مفہوم

۸ علم غیب (حصہ دوم)

۱۲ حضرت قاسم ابن حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

۲۰ مرجع عالی قدر دام ظلہ سے پوچھے گئے سوالات وجوابات

۲۲ جورجن لینڈ سٹروم کی مرجع عالی قدر دام ظلہ سے ملاقات

مغرب کی پیروی کی منطق

مترجم : سید نذر حسنی

اسلام انسان کو گمراہی کے ان گڑھوں سے نکالنے کے لئے آیا ہے کہ جن کی گہرائیوں اور اندھیروں میں انسان پھسلتا چلا جارہا ہے ناسوتی کائنات کی سب سے اشرف مخلوق ہونے کے باوجود انسان پتھروں، سورج، چاند، گائے اور آگ کی پوجا کرتا ہے اور تین خداؤں کا ایسا عقیدہ رکھتا ہے کہ جو معمولی سی فکر اور غور سے ہی باطل نظر آتا ہے۔ پس اسلام انسان کو ان گڑھوں سے نکالنے کے لئے آیا ہے۔

اسلام کی بنیادی اور اساسی افکار میں سے ایک تعلیم اور علم و معرفت کے حصول کی دعوت ہے پس اسلام کے آنے کے بعد بشریت اپنے حقیقی کمال کی طرف لوٹنا شروع ہو گئی اور جب اسلام کی افکار اور مسلمانوں کے علوم مغرب تک پہنچے تو وہ اپنی طویل نیند سے بیدار ہوگئے اور موجودات کی معرفت اور جدید علوم کی گہرائیوں میں چلے گئے جس کی وجہ سے مغرب میں صنعت و حرفت کا انقلاب آگیا جبکہ مسلمان اپنی داخلی جنگوں، قومی اور لسانی لڑائیوں، فرقہ واریت اور آپس کے جھگڑوں کی وجہ سے ترقی کی دوڑ میں بالکل پیچھے رہ گئے۔ پس اس طرح سے مغرب نے اپنی صنعت اور حرفت کے ذریعے تمام زندگی کی ضروریات پر قبضہ کر لیا اور تمام مسلمانوں کو اپنا محتاج بنا لیا۔ لیکن مغرب جانتا تھا کہ جہالت کے اندھیروں میں گم اور علمی پسماندگی کے سمندر میں غرق عوام کے قدرتی ذخائر پر قبضہ کئے بغیر پوری انسانیت پر سیطرہ اور کنٹرول ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا مغرب نے اس مقصد کے لئے جو طریقہ اختیار کیا وہ لوگوں کو اخلاقی فساد، بے راہ روی اور انہیں جنسی اورجسدی لذات و خواہشات کی دلدل میں غرق کرنا ہے اور یہی وہ وحشیانہ اور شیطانی طریقہ تھا کہ جس کے ذریعے سے اسلامی معاشرے اور مسلمانوں کو نہ ختم ہونے والی غفلت کی نیند میں سلایا جا سکتا تھا۔ پس اس کے نتیجہ میں معاشرہ اخلاقی فساد کی زنجیروں میں قید ہو کر رہ گیا ہمارے لوگ مغرب کی نئ نئ اختراعات اور ان کی ٹیکنالوجی سے استفادہ کرنے کے لئے مغرب کا رخ کرتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ ہر خیر اور سعادت کا مرکز مغرب ہے بلکہ بعض لوگ تو نہایت باریکی اور تمام تفاصیل کے مطابق مغربی معاشرے کی اندھی تقلید کرتے ہیں حتی کہ کھانے، پینے، رہن سہن اور لباس میں بھی مغرب کو اپنا نمونہ عمل قرار دیتے ہیں۔ پس یہ لوگ ہر برے کام میں مغرب کی پیروی اور تقلید پر فخر کرتے ہیں لیکن ان کی طرح Science and Technology کے میدان میں ترقی کرنے اور تعلیم اور علم و معرفت میں آگے بڑھنے کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ پس ہمارا معاشرہ مغرب کی قید اور زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارا معاشرہ مغرب کی ثقافت کی پیروی اور اندھی تقلید کو ترقی اورسعادت سمجھتا ہے اور تعلیم اور علم و معرفت کو ترقی کے زمرے میں نہیں رکھتا کہ جس کی بنا پر مغرب نے پوری دنیا کو اپنا غلام بنا رکھا ہے۔ مغرب نے تمام معاشروں اور خاص طور پر اسلامی معاشرے کو اپنی گرفت میں رکھنے کے لئے اخلاقی فساد اور بے راہ روی کو جدید زمانے کے مطابق اور ترقی پسند ثقافت کے عنوان متعارف کروایا ہے اور اسے ذھنوں میں راسخ کردیا ہے تاکہ ان کے قدرتی اور مصنوعی ذخائر پر قبضہ کیا جائے اور ان کی عزت و شرف کو ختم کرکے اپنا آلہ کار بنا لیا جائے.

والدین کے ساتھ اچھے سلوک کے بارے میں احادیث

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع قَالَ: أَتَى رَجُلٌ رَسُولَ اللَّهِ ص فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي رَاغِبٌ فِي الْجِهَادِ نَشِيطٌ قَالَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ص فَجَاهِدْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَإِنَّكَ إِنْ تُقْتَلْ تَكُنْ حَيّاً عِنْدَ اللَّهِ تُرْزَقْ وَ إِنْ تَمُتْ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُكَ عَلَى اللَّهِ وَ إِنْ رَجَعْتَ رَجَعْتَ مِنَ الذُّنُوبِ كَمَا وُلِدْتَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي وَالِدَيْنِ كَبِيرَيْنِ يَزْعُمَانِ أَنَّهُمَا يَأْنَسَانِ بِي وَ يَكْرَهَانِ خُرُوجِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص فَقِرَّ مَعَ وَالِدَيْكَ فَوَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأُنْسُهُمَا بِكَ يَوْماً وَ لَيْلَةً خَيْرٌ مِنْ جِهَادِ سَنَةٍ.الکافی (ط - الاسلامیة) ؛ ج ۲ ؛ ص۱۶۰

ایک شخص رسول اکرم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا اے رسول خدا ﷺ میں جہاد کا شوق رکھتا ہوں تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم اللہ کی راہ میں جہاد کرو کیونکہ اگر تم شہید ہوگئے تو اللہ کے ہاں رزق پاؤ گے اور زندہ رہو گے اوراگر تم مر گئے تو آپ کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور اگر آپ صحیح سلامت پلٹ آئے تو آپ گناہوں سے ایسے پاک ہوجاؤ گے جیسا بچہ پیدا ہو اور گناہوں سے پاک ہوتا ہے تو اس شخص نے عرض کیا اے رسول خدا ﷺ میرے بوڑھے ماں باپ ہیں جو مجھ سے بہت محبت رکھتے ہیں اور میرے باہر جانے کو ناپسند کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے والدین کے پاس رہو مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں مجھ محمد کی جان ہے ان کا ایک دن اور رات کا تم سے انس رکھنا ایک سال کے جہاد سے بہتر ہے۔

وَ قَالَ ص مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍّ يَنْظُرُ إِلَى وَالِدَيْهِ نَظَرَ رَحْمَةٍ إِلَّا كَانَ لَهُ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حِجَّةٌ مَبْرُورَةٌ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَ إِنْ نَظَرَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ قَالَ نَعَمْ اللَّهُ أَكْبَرُ وَ أَطْيَبُ.

بحار الانوار (ط - بیروت) / ج۷۱ / ۸۰ / باب ۲. ص : ۲۲

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی ایسی نیک اولاد نہیں ہے کہ جو محبت و رحمت سے ایک نظر اپنے والدین کو دیکھے مگر یہ کہ اسے ہر نظر کے بدلے مقبول حج کا ثواب ملے گا تو لوگوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اگر وہ ہر دن سو مرتبہ دیکھے تو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اللہ بہت بڑا اور شفیق ہے۔

عَوَالِي اللَّآلِي، وَ فِي الْحَدِيثِ عَنْهُ ص: قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا حَقُّ الْوَالِدِ قَالَ أَنْ تُطِيعَهُ مَا عَاشَ فَقِيلَ مَا حَقُّ الْوَالِدَةِ فَقَالَ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لَوْ أَنَّهُ عَدَدَ رَمْلِ عَالِجٍ وَ قَطْرِ الْمَطَرِ أَيَّامَ الدُّنْيَا قَامَ بَيْنَ يَدَيْهَا مَا عَدَلَ ذَلِكَ يَوْمَ حَمَلَتْهُ فِي بَطْنِهَا.

مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل / ج ۱۵ ص : ۱۹۷

رسول خدا ﷺ سے پوچھا گیا کہ والد کا کیا حق ہے ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا جب تک زندہ رہو اس کی اطاعت کرو پھر عرض کیا گیا والدہ کا حق کیا ہے ؟تو فرمایا ناممکن ناممکن اگر وہ ریت کے ذرات اور بارش کے قطرات اور دنیا کے تمام دنوں کے برابر اپنی ماں کے سامنے کھڑا رہے تو یہ اس ایک دن کی زحمت کے بھی برابر نہیں ہے جو ماں نے دوران حمل ایک دن اٹھائی۔

عنه صلى الله عليه و آله انّه قال برّوا آبائكم يبرّكم أبناؤكم وعفّوا عن نساء غيركم تعفّ نساؤكم

جامع احادیث الشیعة (للبروجردی) ؛ ج۲۶ ؛ ص۸۸۶

رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرو تاکہ تمھاری اولاد تمارے ساتھ نیکی کرے اور تم دوسری کی عورتوں کی عفت کا خیال رکھو تاکہ تمھاری عورتوں کی عفت کا خیال رکھا جائے۔

انتظارِ امامِ مہدی علیہ السلام کا مفہوم

لسماحة آية الله العظمى المرجع الديني الكبير الشيخ بشير حسين النجفي دام ظله الوارف

مترجم : سید ندر حسنی

انتظار(تنظر) سے ہے جس کا معنی کسی شے کی امید رکھنا ہے اور ہمیں جس چیز کے انتظار کا حکم دیا گیا ہے وہ امام مہدی علیہ السلام کی حکومتِ حق کا انتظار ہے جس کی امید حضرت آدم علیہ السلام سے آج تک ہر شخص کے دل میں موجود ہے، روایات سے پتہ چلتاہے کہ حق کی حکومت ایک دن ضرور قائم ہو گی، کیونکہ اس حکومت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے نیک بندوں سے کیا ہے کہ وہ دن آنے والا ہے جب ایک عادل بادشاہ کے پرچم تلے حق کی حکومت قائم ہو گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتاہے :۔

‘‘ولقد کتبنا فی الذبور من بعد الذکران الارض یرثھاعبادی الصالحون ان فی ھذا لبلاغا لقوم عابدین"

(سورہ انبیاء ۔آیت ۱۰۵ .۱۰٦)

ترجمہ :''ہم نے نصیحت (توریت)کے بعدیقینا زبور میں لکھ ہی دیا تھا کہ روئے زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے ، اس میں شک نہیں ہے کہ اس میں عبادت کرنے والوں کے لیے تبلیغ ہے''

اس موضوع کے حوالے سے چند امور کو ملحوظِ خاطر رکھنا ضروری ہے ۔

اول : امام کی حکومتِ حق کا انتظار کرنا عقلی اور شرعی حوالے سے ضروری ہے ۔

عقلی اعتبار سے انتظار : ہم جانتے ہیں کہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ عقل انسان کو کسی کام کے کرنے پہ مجبور نہیں کرتی ، لیکن اگر کوئی کام ایسا ہو جس کے ذریعے ایسی چیز کو حاصل کیا جا سکتا ہو، جس کی عقل خود تمنا اور رغبت رکھتی ہے تو عقل انسان کو اس کام کے کرنے پہ مجبور کرے گی، پس امام علیہ السلام کی حکومت حق کا انتظاراس حکومت کے لیے ایک ایسی اساسی بنیاد اور فکری و عملی پیش قدمی ہے جیسے کسی ضروری چیز کو حاصل کرنے کے لیے طاقت اور کوشش کرناہے ۔

شرعی اعتبار سے انتظار: بہت سی روایات میں ہمیں حکومتِ حق کے انتظار کا حکم دیا گیا ہے، جن کی تعداد حدِ تواتر تک پہنچی ہوئی ہے، بلکہ بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے امام علیہ السلام کی حکومتِ حق کا انتظار کرنا اُس زمانے میں افضل ترین عمل ہے ،جب زمین سے حق غائب ہو جائے گا ،زمین کا سارا نظام سرکشوں کے ہاتھ آجائے گا اور ان کا جیسے جی چاہے گا اور جس طرح ان کی ہواوہوس ان کو کہے گی وہ صالحین بلکہ ہر قوم اور اس کے مقدر سے کھیلتے پھریں گے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وٰالہ وسلم سے ایک حدیث مروی ہے جس کے ضمن میں آپ صلی اللہ علیہ وٰالہ وسلم فرماتے ہیں : ''انتظار الفرج عبادة'' یعنی امام علیہ السلام کی حکومتِ حق کا انتظار کرنا عبادت ہے ۔

امیر المومنین علیہ السلام سے کسی نے سوال کیا کہ اللہ کے نزدیک سب سے پسند یدہ عمل کون سا ہے تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ'' امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کا انتظار کرنا ہی اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل ہے''

امام علی ابن الحسین زین العابدین علیہما السلام فرماتے ہیں :۔

ان اھل الزمان غیبة (الامام المنتظر) القائلون بامامته المنتظرون لظھورہ افضل اہل کل زمان لان اللہ تعالی ذکرہ اعطاہم من العقول والافہام والمعرفة ما صارت بہ الغیبة عندہم بمنزلة المشاہدة جعلہم فی ذلک زمان بمنزلة المجاہدین بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالسیف اُولئِک المخلصون حقا و شیعتنا صدقا والدعاة الی دین اللہ سِرا و جھرا (قال علیہ السلام) انتظار الفرج من اعظم الفرج ۔

ترجمہ: وہ لوگ جو امام المنتظر عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف کی غیبت کے زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں، امام المنتظر علیہ السلام کی امامت کے قائل بھی ہیں، اور ان کے ظہور کا انتظار بھی کرتے ہیں، وہ لوگ تمام زمانوں کے لوگوں سے افضل ہیں، کیونکہ اللہ تعالی نے ان کو ایسی یاداشت، قوتِ عقل ،فکرو فہم اور الہی معرفت عطا کی ہے، جس کی وجہ سے امام علیہ السلام کے غائب ہونے کے باوجود ان کا امام علیہ السلام کے بارے میں ایمان ایسا ہی ہے، جیسے وہ امام علیہ السلام کو دیکھ رہے ہوں ، اللہ تعالی نے ان لوگوں کو اس زمانے میں اُن مجاہدین کا درجہ عطا کیا ہے، جنھوں نے رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وٰالہ وسلم کے ساتھ مل کر تلوار کے ذریعہ جہاد کیا اور یہی وہ لوگ ہیں جو حقیقی مخلص، ہمارے سچے شیعہ اور اللہ کے دین کی ظاہر بظاہر اور چھپ کر دعوت دینے والے ہیں (پھر امام علیہ السلام فرماتے ہیں) امام علیہ السلام کے ظہور کا انتظار ہی سب سے بڑی کشائش ہے۔

امام علی علیہ السلام سے ایک روایت مروی ہے جس میں فرماتے ہیں
" انتظروا الفرج ولاتیأسوا من روح اللہ وان احب الاعمال الی اللہ عزّ وجلّ انتظار الفرج"

ترجمہ : ''امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کا انتظار کرو اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل امام علیہ السلام کے ظہور کا انتظار کرنا ہے"

امام ابو جعفر (امام محمد باقر) علیہما السلام اپنے جدِ امجد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وٰالہ وسلم کے بارے میں نقل فرماتے ہیں:
"قال "اللھم لقنی اخوتی" مرتین فقال من حولہ من اصحابہ اما نحن أخوانک یا رسول اللہ ؟ فقال ...لا، انکم اصحابی وأخوانی قوم فی أخر الزمان أمنو بی ولم یرونی لقد عرفنیھم اللہ باسمائھم واسماء ابائھم ... افضل العبادۃ انتظار الفرج''

ترجمہ : ''امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وٰالہ وسلم نے دو مرتبہ کہا ''اللھم لقنی اخوتی'' یعنی اے میرے اللہ مجھے میرے بھائیوں سے ملاقات کرا دے، تو قریب بیٹھے ہوئے ایک صحابی نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وٰالہ وسلم) کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ؟ تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وٰالہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ تم میرے بھائی نہیں ہو، بلکہ تم میرے صحابی ہو میرے بھائی آخری زمانے کے وہ لوگ ہیں ، جنہوں نے مجھے نہیں دیکھا لیکن پھر بھی مجھ پہ ایمان رکھتے ہیں اللہ تعالی نے مجھے ان کے اور ان کے والدین کے ناموں سے آگاہ کیا ہے"

پھر آخر میں امام باقر علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وٰالہ وسلم سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وٰالہ وسلم نے فرمایا :-

''سب سے افضل ترین عبادت امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور کا انتظار ہے''

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ایک روایت وارد ہوئی ہے :-
''من مات علی ہذا الامر منتظرا لہ ھو بمنزلۃ من کان مع الامام القائم فی فسطاطہ ۔۔ثم سکت ھنیئۃ ثم قال۔۔ ھو کمن کان مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم"

ترجمہ : ''جو شخص امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کا انتظار کرتے کرتے مر جائے اس کا مقام اُس شخص کی مانند ہے جو امام مہدی علیہ السلام کے ساتھ ان کے خیمہ میں ہو۔۔ اس کے بعد کچھ دیر خاموش رہے ، پھر فرمایا۔۔ اس شخص کا مقام ایسے ہے جیسے وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وٰالہ وسلم کے ساتھ ہو"

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے آباو اجداد سے اور وہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وٰالہ وسلم سے نقل کرتے ہیں :-
''افضل اعمال امتی انتظار الفرج من اللہ عزوجلّ''

ترجمہ : ''حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وٰالہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری اُمت کا سب سے افضل عمل اللہ کے حکم سے امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کا انتظار کرنا ہے''

حضرت امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ ظہورِ امام مہدی کے بارے میں ہمیں کچھ بتائیے تو امام رضا علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا:-
''ألیس انتظار الفرج من الفرج''

ترجمہ : ''کیا آسودگی اور کشائش کے انتظار سے ظہورِ امام مہدی کا مفہوم واضح نہیں ہے؟'' (یعنی مومنین کو راحت اور سکون فقط اسی وقت حاصل ہوگا جب امام مہدی علیہ السلام ظہور فرمائیں گے اسی وجہ سے مومنین ہر وقت امام علیہ السلام کے ظہور کا انتظار کرتے ہیں تاکہ اس تنگی اور سختی سے نجات مل سکے)

تقریباً ستر سے زیادہ روایات ایسی ہیں جو اس بات پہ دلالت کرتی ہیں کہ ظہورِامام علیہ السلام کا انتظار واجب ہے ۔

دوّم : جس طرح ایک اہم چیز کا انتظار اس کی اہمیت کے سبب اس متوقع چیز کے لیے انسان کو تیار کرتا ہے اور اس کے لیے مستعدرہنے اور ضروری وسائل مہیا کرنے کی طرف رغبت دلاتا ہے، اسی طرح اس متوقع چیز کے دشمن سے آسودگی اور راحت کو بھی سلب کر لیتا ہے اور اس کو ہمیشہ کے لیے خوف وحراس میں مبتلا کر دیتا ہے۔

تاریخ کی ورق گردانی کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ کس طرح سے طاغوتی طاقتیں امام المنتظر عجل اللہ فرجہ الشریف کے وجود اور ولادت باسعادت سے ڈرا کرتی تھیں، بالکل اسی طرح جیسے فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے ڈرتا تھا، یہاں تک کہ اس نے نہ جانے کتنے ہی بچے فقط اس لیے ذبح کروا دیئے تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور آمد کو روکا جاسکے، لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور حفاظت ہوئی (کیونکہ اللہ تعالی کو اس کے کاموں سے کوئی نہیں روک سکتا وہ جو چاہتا ہے کر دیکھاتا ہے) اسی طرح بنو عباس اور اس سے پہلے بنو اُمیہ نے دنیا کے لالچ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وٰالہ وسلم کی نسل اور حضرت علی علیہ السلام کی اولاد کو ختم کرنے کی پوری کوشش کی ، کیونکہ وہ عدل وانصاف اور حکومتِ حق کی آمد سے ڈرتے تھے اور جانتے تھے کہ حق کی حکومت آجانے کے بعد ان کا کیا حشر ہو گا، غیبت صغریٰ اور اس کے قریبی ایام بنو عباس کے لیے انتہائی دشوار اور وحشت ناک تھے، پس وہ امام المنتظر علیہ السلام اور ان کے نمائندوں کو جگہ جگہ ڈھونڈتے پھرتے تھے، اور ہر اس شخص کی تلاش میں رہتے تھے جس کے ذریعے امام المنتظر عجل اللہ فرجہ الشریف کے ٹھکانے کا پتہ چل سکے ، بنو عباس اور اس کے کارندے کسی سے بھی کوئی ایسا لفظ سن لیتے جس سے اس کا امام زمانہ علیہ السلام کی غیبت پر ایمان ظاہر ہو تو اسے فوراً قتل کر دیتے۔

پس امام المنتظر علیہ السلام اور حق کے دشمنوں سے ان کا اطمینان چھن جانا، ان کا ہر وقت بے چین اور مضطرب رہنا اور اندھی اُونٹنی کی طرح ہاتھ پیر مارنا (یعنی بغیر سوچ وسمجھ اور بیوقوفوں کی طرح کام کرنا) انتظار کے فوائد میں سے ایک بہت بڑا اور اہم فائدہ ہے۔

سوئم :اس میں کوئی شک نہیں کہ حکومتِ حق کا قیام ظلم وستم اور فتنہ وفساد کے خاتمے سے ہی ہو سکتا ہے، اور طاغوت اور ظلم وجور کے بنائے ہوئے محلات کو گرانے کے بعد اسی جگہ عدل وانصاف کے قلعوں کو اسی وقت قائم کیا جا سکتا ہے ،جب انسان اس کے لیے نفسیاتی طور پر تیار ہو اور اس نظامِ حق کو تہہ دل سے قبول کرے ، پس اگر اس قسم کی حکومت حاصل ہو بھی جائے، لیکن لوگ اس حکومتِ حق کو قبول کرنے کے لیے مکمل طور پر تیار نہ ہوں اور ان کی پریشان حال عقول اور منحرف شدہ افکار

کی اصلاح نہ ہو تو انسان اکثر اوقات باطل کو حق سمجھے گا اور حق کو باطل ، اسی طرح وہ جسم جو دنیا کی محبت کے عادی ہو چکے ہیں وہ آنکھیں جو دنیا وی زندگی کی خوبصورتی اور دلفریبی سے متاثر ہو کر دھوکہ کھا چکی ہیں ،وہ کیسے حکومتِ حق کو قبول کریں گی ۔

پس اگر اس حالت میں حکومتِ حق قائم کی جائے تو اس حکومت کا بھی وہی انجام ہو گا، جو حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام اور حضرت امام حسن علیہ السلام کی ظاہری حکومت کا ہوا تھا کیونکہ ان کی حکومت کے لیے مکمل طور پر طبعی وسائل فراہم نہ ہو سکے تھے، اور لوگ بھی اس حکومتِ حق اور عادل بادشاہ کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے، اس کی وجہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد پھیلنے والی ظلمتوں اور جہالتوں کی وہ سیاہی تھی، جس سے رسول اکرم ﷺ کی عادلانہ حکومت کے نقوش ان کے ذہنوں سے مٹ چکے تھے اور اس تئیس سالہ عرصہ میں نیک دل لوگ یا تو رحلت کر گئے یا پھر ظلم و ستم کی وجہ سے گوشہ نشین ہو گئے، لہٰذا ہم اس وقت جن حالات میں زندگی گزار رہے ہیں یہ بھی انہی حالات کے مشابہ ہیں، پس دین اور عدل وانصاف سے محبت کے ذریعے اپنے نفوس کی اصلاح کرنا اور ظلم و فتنہ و فساد اور بے انصافی سے نفرت کرنا انتہائی ضروری ہے تاکہ ہمارے نفوس اور دل حق کو قبول کرنے کے لیے تیار ہو سکیں۔

چہارم : نفوس کی اصلاح کے ساتھ ساتھ بیرونی ماحول اور حالات کا ایسا ہونا ضروری ہے، جس میں حکومتِ حق کا قیام ہو سکے اور ایسا ماحول بنانے کے لیے واجب ہے کہ حق کی زیادہ سے زیادہ نشر واشاعت کی جائے، اور نصرتِ دین کے لیے لوگوں کو ترغیب دی جائے تاکہ ان میں حق اور دین کی مدد کی صلاحیت پیدا ہو سکے، مسلمانوں کو حق کی طرف توجہ اور اس کا شعور دلایا جائے اور پھر اسی طرح غیر مسلم افراد میں بھی شعورِ حق پیدا کیا جائے تاکہ وہ لوگ جن میں ہدایت یافتہ ہونے کی صلاحیت ہے انہیں اپنا ہم خیال اور اپنے حلقہ احباب میں لایا جاسکے، پس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر عقلی ،شرعی اور اجتماعی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے انتہائی اہمیت رکھتا ہے ، پس اگر حق کی مدد کرنے والے افراد کی ایک مناسب تعداد موجود نہ ہو، لوگوں میں حق کے نفاذ اور اس کے فوائد کا شعور نہ پایا جائے اور نہ ہی لوگوں میں وہ استعداد ہو، جس سے وہ ایک عادلانہ حکومت کو قبول کر سکیں تو اس قسم کی حکومت کے قیام کی ابتداء کرنا مناسب نہیں ہو گا اور ایسے حالات میں حکومتِ حق کے قیام میں جلدی کرنے سے اس کے نہایت بھیانک نتائج برآمد ہو ں گے اور بہت بڑے بڑے اہم مقاصد حاصل ہونے سے رہ جائیں گے ۔

پنجم : دشمنانِ حق اور حق کی مخالفت و مقابلہ کرنے والوں پر اتمامِ حجت کر دینا واجب ہے کیونکہ حکومتِ حق ان کا محاسبہ کرے گی، اور عدل وانصاف کے نافذ کرتے وقت جب ظالموں ، دھوکہ بازوں، غاصبوں اور فاسقوں کا محاسبہ کیا جائے گا، اور ان کو سزا دی جائے گی تو اس وقت ان کا حق کی طرف لوٹنا ان کو کوئی فائدہ نہ دے گا ، اور اس بات کی طرف قرآن مجید کی بہت سی آیات میں اشارہ کیا گیا ہے، جیسے سورہ انعام (آیت ۱۵۸) میں ارشاد ہوتا ہے۔

’’ ھل ینظرون الا ان تاتیھم الملائکۃ او یاتی ربک او یاتی بعض آیات ربک یوم یاتی بعض آ یات ربک لا ینفع نفسا ایمانھا ... ’’لم تکن امنت من قبل او کسبت فی ایمانھا خیرا قل انتظروا انا منتظرون

ترجمہ : اب کیا وہ اس کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا تمہارا پروردگار خود آئے یا تمہارے پروردگار کی بعض نشانیاں آئیں، جس دن تمہارے پروردگار کی بعض نشانیاں آجائیں گی (تو اس دن) کسی نفس کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا ،جب تک وہ پہلے سے ایمان نہ لے آیا ہو یا ایمان کی حالت میں نیکی نہ کر چکا ہو تم کہہ دو کہ تم انتظار کرو ہم بھی منتظر ہیں‘‘

اسی طرح سورہ اعراف (آیت ۷۱) میں اس معنی اور باطل پرستوں کی ان بوسیدہ دلیلوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو وہ حق کی مخالفت اور دشمنی میں پیش کرتے ہیں پس قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:۔

’’قال قد وقع علیکم من ربکم رجس و غضب أتجادلوننی فی اسماء سمیتموھا انتم و ابائکم ما نزل اللہ بہا من سلطان فا نتظروا انی معکم من المنتظرین" ترجمہ :

’’ تمہارے اوپر پروردگار کی طرف سے عذاب اور غضب تو آچکا ہے کیا تم مجھ سے ایسی چیزوں کے بارے میں جھگڑتے ہو جس کو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے خود سے نامزد کر لیا اور اللہ تعالی نے ان کے متعلق کوئی دلیل نازل نہیں کی لہٰذا تم عذاب کے منتظر رہو میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں سے ہوں"

سورہ یونس (آیت ۲۰) میں باطل پرستوں کے انجام اور مواخذے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو کہ جہالت ، سر کشی یا تمسخر کی بنا پر ایمان نہیں لائے ، پس قرآن فرماتا ہے:۔

’’و یقولون لو لا انزل علیہ أیۃمن ربہ فقل انما الغیب للہ فانتظروا انی معکم من المنتظرین‘‘

ترجمہ : اور وہ یہ کہتے ہیں کہ اس کے رب نے اس پر کوئی نشانی نازل نہیں کی تم یہ کہہ دو غائب کا مالک تو خدا ہی ہے پس تم بھی منتظر رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں"

اس معنی کی طرف سورہ یونس(آیت ۱۰۲) میں پھر اشارہ ہوتا ہے:۔

’’فھل ینتظرون الا مثل ایام الذین خلو من قبلھم قل فانتظروا انی معکم من المنتظرین‘‘

ترجمہ : ’’پھر کیا وہ ایسے دنوں کے منتظر ہیں جیسا کہ ان سے پہلے گزرے ہیں تم کہہ دو تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والو ں میں سے ہوں"

سورہ ھود(آیت ۱۲۱، ۱۲۲) میں اللہ تعالی فرماتا ہے:۔

’’اعملوا علی مکانتکم انا عاملون وانتظرو انا منتظرون ‘‘

ترجمہ :'' (ان سے کہہ دو) تم اپنی جگہ جو جی چاہے کام کرتے رہو ہم بھی کچھ کرتے رہتے ہیں اور تم انتظار کرتے رہو ہم بھی انتظار کرتے ہیں"

ان آیات میں واضح طور پر دشمنانِ حق کو ڈرایا گیا ہے تاکہ ان سے سکون وآرام چھین لیا جائے اور وہ ظلم وستم سے حاصل شدہ زندگانی کو عیش و عشرت کے ساتھ بسر نہ کر سکیں اور ان کی یہ زندگیاں جو انہوں نے مظلومین پر ظلم کرکے اور ان کے حقوق پامال کرتے ہوئے گزاری ہیں ان کو قطعاً کوئی فائدہ نہیں پہنچائیں گی، اور ان آیات سے مظلوم اور محروم لوگوں کے دلوں میں نجات کی کرن اور ظلم سے چھٹکارے کی اُمید پیدا ہوتی ہے اور ان کے دلوں میں ظلم کرنے والوں سے انتقام کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، کیونکہ ان آیات میں انتقام کی بشارت کے ذریعے محرومین اور مظلومین کو ایک اُمید وآس دی گئی ہے۔

علم غیب

(حصہ دوم)

شیخ ناصر عباس النجفی

دوسرا نکتہ: قران مجید میں علم غیب کے موضوع پر دو قسم کی آیات ہیں۔
(۱) وہ آیات جو غیر خدا کیلیے علم غیب کی نفی کرتی ہیں یعنی خدا کے علاوہ کوئی اور علم غیب نہیں رکھتا۔
(۲) وہ آیات جو غیر خدا کیلیے علم غیب کو ثابت کرتی ہیں یعنی خدا کے علاوہ کچھ ہستیاں ایسی بھی ہیں جن کو اللہ نے علم غیب کے اوپر مطلع کیا ہے۔ کیا ان دونوں قسم کی آیات کے درمیان مصالحت اور جمع کرنا ممکن ہے یا نہیں؟ اس سوال کے جواب سے پہلے ضروری ہے کہ قارئین محترم کے سامنے دونوں قسم کی آیات کو پیش کیا جائے۔

۱۔ وہ آیات جو غیر خدا سے علم غیب کی نفی کرتی ہیں۔

(۱) ''قل لا یعلم أم فی السماوات والارض الغیب الااللہ۔'' (النمل ۶۵)

''اے میرے حبیب کہہ دیجئے کہ آسمان وزمین میں جاننے والا اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے۔''

(۲) ''وعندہ مفاتیح الغیب لایعلمھاالاھو۔'' (الانعام۵۹)

''اور اس (یعنی خدا) کے پاس غیب کے خزانے ہیں جنہیں اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتاہے۔''

(۳) ''فقل انما الغیب للہ۔'' (یونس ۲۰)

''پس اے میرے حبیب کہہ دیجئے کہ غیب تو صرف اللہ کے ساتھ مختص ہے۔''

یہ آیات واضح لفظوں میں دلالت کررہی ہیں کہ علم غیب اللہ ہی میں منحصر ہے۔

۲۔ وہ آیات جو غیر خدا کے لیے علم غیب کو ثابت کرتی ہیں۔

(۱) ''ماکان اللہ لیذر المومنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب و ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب و لکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء۔'' (آل عمران ۱۶۹)

''اللہ مومنین کو اس حال میں رہنے نہیں دے گا جس حالت میں اب تم لوگ ہو یہاں تک کہ پاک لوگوں کو ناپاک لوگوں سے الگ کر دے اور اللہ تمھیں غیب کی باتوں پر مطلع نہیں کرے گا بلکہ (اس مقصد کے لیے) اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے منتخب کرلیتاہے۔''

یہ آیت واضح انداز میں کہہ رہی ہے کہ خدا اپنے بعض برگزیدہ بندوں کو غیب پر مطلع کرتا ہے اور یہ اتنا عظیم منصب ہے کہ خدا نے ہر ایک کو علم غیب نہیں دیابلکہ اس کے لئے اپنے برگزیدہ بندوں کا انتخاب کیا۔ کیونکہ اگر خدا ہر ایک کو علم غیب عطا کرتا (اگرچہ اس کی قدرت سے یہ باہر نہیں ہے) تو پھر انسان اپنی فطرت سے خارج ہو جاتااسی لئے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے اس منصب کیلئے انتخاب کرلیتا ہے۔

(۲) ''عالم الغیب فلایظھر علیٰ غیبہ احداالا من ارتضیٰ من رسول۔'' (الجن ۲۶،۲۷)

''وہ غیب کا جاننے والا ہے اور اپنے غیب پر کسی کو بھی مطلع نہیں کرتا ہے مگر جس رسول کو وہ پسند کرلے۔''

پہلی آیت صاف انداز میں کہہ رہی ہے کہ خدا نے علم غیب پر کسی کو مطلع نہیں کیا ہے مگردوسری آیت کے شروع میں خدا نے کچھ ایسی ہستیوں کا تعارف کروایا ہے کہ جنہیں خدا اپنے علم غیب پر مطلع کرتاہے اور وہ ہیں اس کے رسول جسے اس نے برگزیدہ بنایاہے۔

(۳) ''وینبئکم بماتأکلون وماتدخرون فی بیوتکم۔'' (آل عمران ۴۹)

''میں (حضرت عیسیٰ) تم لوگوں کو بتاتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں کیا جمع کرکے رکھتے ہو۔''

پس حضرت عیسیٰ کا بنی اسرائیل کو یہ خبر دینا کہ تم کیا کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں کیا جمع کرکے رکھتے ہویہ واضح دلیل ہے کہ خدا نے اپنے لامتناہی علم سے حضرت عیسیٰؑ کو اتنی مقدار میں علم عطا کیا جس کی مدد

سے وہ جان لیتے تھے کہ بنی اسرائیل اپنے گھروں میں کیا کھا رہے ہیں اور کیا جمع کر رہے ہیں۔

اس کے علاوہ اور بہت زیادہ آیات ہیں جو اس طرف اشارہ کر رہی ہیں کہ خدا نے اپنے کچھ برگزیدہ بندوں کو علم غیب پر مطلع کیا ہے جیسے (سورہ ھود ۴۹ سورہ یوسف ۱۰۲سورہ آل عمران ۴۴ سورہ القصص ۷)

پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ بعض آیات قرآنی علم غیب کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص کرتی ہیں اور بعض آیات غیر خدا کے لیے بھی علم غیب ثابت کرتی ہیں۔

تو ان دونوں قسم کی آیات میں تنافی وتضاد ہے یا ان میں جمع کرنا ممکن ہے؟

جواب: علماء کرام نے ان دو قسم کی آیات میں جمع کرنے کی کوشش کی ہے ہم جمع کے ان طریقوں میں سے دو کو آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

پہلا طریقہ:

وہ آیات جو علم غیب کو اللہ میں منحصر کرتی ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کا علم ذاتی ہے وہ اپنے علم کے حصول میں کسی کا محتاج نہیں ہے کیونکہ اس کا علم عین ذات ہے اور اس کی ذات کسی کی طرف محتاج نہیں ہے وہ ہر کمال کا مصدر ومنبع ہے اور اس کے کمالات میں سے ہے کہ وہ ہر شیٔ کا عالم ہے اب یہ آیات دوسری قسم کی آیات سے ٹکرا نہیں رہیں جو یہ کہہ رہی ہیں کہ خدا نے اپنے کچھ برگزیدہ بندوں کو علم غیب پر مطلع کیا ہے کیونکہ ان برگزیدہ ہستیوں کا علم خدا کی طرح ذاتی نہیں ہے بلکہ خدا کی طرف سے عطا کردہ ہے۔

پس خدا اپنے علم میں کسی واسطے کا محتاج نہیں ہے مگر یہ ہستیاں خدا کے واسطے،خدا کے فیض سے علم غیب رکھتی ہیں۔اشکال اس صورت میں لازم آتا ہے جب ہم یہ کہیں کہ یہ ہستیاں علم غیب بھی رکھتی ہیں اور اپنے علم غیب میں خدا کی طرف محتاج بھی نہیں ہیں لیکن اگر انصاف کے ترازو کو سامنے رکھا جائے تو مذہب امامیہ اس بات کا قطعاًدعویدار نہیں ہے کہ ان ہستیوں کا علم اللہ کے علم کے مقابلے میں ہے بلکہ مذہب امامیہ اس بات کا قائل ہے کہ ان کے پاس جو کچھ ہے وہ خدا کی طرف سے عطا ہے۔پس دونوں قسم کی آیات کے درمیان کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے۔

خلاصہ جواب یہ ہے کہ پہلی قسم کی آیات جو غیر خدا سے علم غیب کی نفی کر رہی ہیں گویا وہ کہہ رہی ہیں کہ غیر خدا کے پاس علم ذاتی نہیں ہے ذاتی علم فقط خداوند عالم کا ہے اور دوسری آیات جو غیر خدا کے لیے علم غیب ثابت کر رہی ہیں گویا وہ یہ کہہ رہی ہیں کہ غیر خدا کے پاس جو علم ہے وہ اللہ سے تعلیم شدہ ہے لہٰذا دونوں قسم کی آیات میں کسی قسم کی منافات نہیں ہیں۔

نوٹ:

اس جواب کے ذیل میں اس طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ یہ جواب فقط علم غیب کے مسئلہ کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ کئی ایسے امور ہیں جو اسی وادی سے ہیں جن میں سے چند ایک کا ذکر ہم ذیل میں کر رہے ہیں۔

۱۔موت دینا:

قرآن نے واضح انداز میں کہا ہے کہ موت دینا خدا کا کام ہے۔جیسے ارشاد فرمایا:

''اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتھا''(الزمر ۴۲)

''موت کے وقت اللہ روحوں کو قبض کرتا ہے۔''

جبکہ کئی دوسری آیات میں ارشاد فرمایا:

''قل یتوفیٰ ملک الموت الذی وکل بکم۔''(السجدۃ ۱۱)

''کہہ دیجئے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہاری روحیں قبض کرتا ہے۔''

۲۔بندوں کے اعمال کو لکھنا:

ارشاد فرمایا:

''ویقولون طاعۃ فاذا برزوا من عندک بیّت طائفۃ منھم غیر الذی تقول واللہ یکتب ما یبیتون۔''(النساء ۸۱)

''اور یہ لوگ پہلے اطاعت کی بات کرتے ہیں لیکن جب آپ کے پاس سے نکلتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ آپ کی باتوں کے خلاف رات کو مشورہ کرتا ہے یہ لوگ راتوں کو جو مشورہ کرتے ہیں اللہ اسے لکھ رہا ہے جبکہ ایک دوسرے مقام میں ارشاد فرمایا کہ فرشتوں کو اعمال لکھنے پر مقرر کیا گیا ہے۔

'' ام یحسبون انا لا نسمع سرھم و نجوھم بلی و رسلنا لدیھم یکتبون '' (الزخرف ۸۹)

''کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کے راز کی باتیں اور سرگوشیاں نہیں سنتے ؟ ہاں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس ہی لکھ رہے ہیں۔''

(۳) خلق کرنا یعنی پیدا کرنا:

قرآن نے کھلے انداز میں کہا:

''اللہ خالق کل شیئ۔'' (الرعد ۱۶)

''ہر چیز کا خالق اللہ ہے۔''

جب کہ دوسرے مقام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول کی حکایت کرتے ہوئے فرمایا:

''انّی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ۔'' (آل عمران ۴۹)

''میں (عیسیٰ علیہ السلام) تمہارے سامنے مٹی سے پرندے کی شکل کا مجسمہ بناتا ہوں اور اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ خدا کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔''

ان تمام امور کا وہی گذشتہ حل ہے جسے ہم نے علم غیب کے موضوع میں بیان کیا ہے۔

دوسرا طریقہ:

علم غیب کے موضوع میں جن دو قسم کی آیات کا تذکرہ کیا گیا ہے ان میں جمع کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ آیات جو علم غیب کو اللہ میں منحصر کرتی ہیں اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہیں کہ کوئی بھی مخلوق چاہے وہ کمال کے اعلیٰ سے اعلیٰ درجے پر فائز ہو جائے اس کے لئے ممکن نہیں ہے کہ وہ ہر ہر مورد اور مقام پر تفصیلی علم رکھتی ہو۔ یعنی ہر چیز کا تفصیلی اور کلی علم فقط خدا کے پاس ہے کیونکہ خدا کے علاوہ تمام مخلوق متناہی ہے اور متناہی چیز لا متناہی چیز کا احاطہ کرنے کی قابلیت نہیں رکھتی۔

پس پہلی قسم کی آیات کا خلاصہ یہ ہوا کہ ایسا علم غیب جو علم غیب کے ہر مورد کو شامل ہو (جن میں خدا کی ذات مقدسہ کا بھی علم ہے) فقط خدا کے ساتھ خاص ہے لیکن یہ آیات دوسری قسم کی آیات کے منافی نہیں ہیں جو غیر خدا کے لئے علم غیب کو ثابت کرتی ہیں کیونکہ دوسری قسم کی آیات اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہیں کہ خدا نے اپنی مصلحت اور حکمت کے مطابق اپنے کچھ برگزیدہ بندوں کو بعض علوم غیبیہ عطا کئے ہیں۔دوسرے طریقے کا خلاصہ یہ ہوا کہ پہلی قسم کی آیات اس طرف اشارہ کر رہی ہیں کہ اللہ ہر مورد کا تفصیلی علم رکھتا ہے اور یہ علم فقط خدا میں منحصر ہے کیونکہ کوئی بھی مخلوق کمال کے جس بلند درجے تک بھی پہنچ جائے اسے ہر مورد کا تفصیلی علم نہیں ہے۔

اور دوسری قسم کی آیات اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہیں کہ خدا نے اپنے بعض بندوں کو بعض امور غیبیہ کا علم عطا کیا ہے لہٰذا دونوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔یعنی خدا کو ہر غیب کا علم ہے اور کچھ برگزیدہ بندوں کو خدا کی طرف سے بعض غیبی امور کا علم ہے۔

آفتاب علم پاکستان میں

(سوانح حیات مرجع عالی قدر)

آغا بلال حسین النجفی

سماحۃ الشیخ کے دادا جناب محمد ابراہیم صاحب نہایت متدین شخص تھے۔ وعظ و نصیحت پر مشتمل واقعات ، احکام و مسائل اور دیگر شرعی ضروریات بقدر وافر جانتے تھے۔ ان کی دین سے لگن کی وجہ سے خاندان بالخصوص گھر کا ماحول اسلامی و شرعی ماحول تھا۔ خواتین و بچوں تک سب اخلاقی و شرعی تربیت سے مزین تھے۔ اور ان کی تدین مزاجی کی وجہ سے ہی خادم حسین جعفری اور مولانا عابدی صاحب کو علوم دین کی تعلیم دی گئی۔ اورآپ کو بھی مدرسہ میں داخل کرنے سے پہلے قرآن مجید حفظ کروایا گیا ۔اور حفظ کے بعد علم دین کے راستہ پر گامزن کیا گیا۔ جس وقت آپ کو جامعۃ المنتظر لاہور میں داخلہ دلوایا گیا ، اس وقت وسن پورہ لاہور میں آیۃ اللہ الحائری کے گھر کو مدرسہ جامعۃ المنتظر کا نام دیا گیا تھا۔جو کہ اس وقت ماڈل ٹاؤن میں منتقل ہوچکا ہے ۔ البتہ آپ وسن پورہ سے ہی نجف اشرف چلے آئے تھے۔ اس زمانہ میں مولانا موسیٰ بیگ نجفی اور مولانا محمد شفیع نجفی (دامت برکاتہما)آپ کے کمرے دار ساتھی تھے اور تقریباً چھ سال وہاں پڑھتے رہے ہیں۔

علم المنطق آپ کا فیورٹ سبجیکٹ تھا۔پاکستان میں تعلیم کے دوران آپ نے منطق کی چھوٹی بڑی سولہ کتابیں پڑھی ہیں، جو کہ صغریٰ ،کبریٰ اور اوسط سے لے کر ملا حسن اور قاضی مبارک تک سولہ کتابیں بنتی ہیں۔ اور علم المنطق چونکہ تمام نظریاتی علوم کی روح ہے اور آپ کو علم المنطق سے بہت شوق تھا ۔ جس کی وجہ سے آپ مروجہ علوم خصوصاً منطق میں کافی عبور رکھتے تھے ۔آپ کا زیادہ وقت مطالعہ میں گزرتا تھا ۔ جس کی وجہ سے کم عرصہ میں مروجہ علوم پر عبور حاصل کر لیا تھا۔ اورآپ کی ذہانت و کثرت مطالعہ کے سبب یہ ہوا کہ جب آپ مدرسہ میں داخل ہوئے تو سینئر طلاب سے استفادہ کرتے تھے ۔ پھر محنت کرکے ان کے برابر ہوئے ، پھر محنت کرکے ان سے آگے نکلے۔ پھر آگے نکل کر پچھلی کتاب انھی طلبا کو پڑھائی ۔ اور یہ عمل آپ نے مختلف طلباء اور مختلف مراحل کے ساتھ تین مرتبہ تکرار کیا ۔ اور شوق علم اور فکر بیدار کا یہ

عالم تھا کہ آپ کو سونے بچھونے ، کھانے پینے ، سردی و گرمی کی پرواہ نہیں ہوتی تھی۔ جس کے عینی شاہد آج بھی آپ کے ماضی کے دوست موجود ہیں اور آج تک وہی نظام ہے۔ سماحۃ الشیخ اپنے سفر علم کے بارے میں اکثر فرماتے رہتے ہیں کہ ''آج تک طالبعلم ہوں نہ کبھی علم کی پیاس بجھی ہے اور نہ کبھی چین سے سویا ہوں''۔

جذبہ دل:

چونکہ منطقی طبعاً مفکر مزاج ہوتا ہے اور علم منطق آپ کی طبیعت کا ایک حصہ بن چکا تھا۔ اس لیے آپ کے افکار نے آپ کی غیرت دین اور غیرت قوم کی آتش کو بھڑکایا اور جذبہ پیدا ہوا کہ نئی نسل خصوصاً طلاب کی خدمت انجام دوں ۔ کیونکہ نوجوان لوگ معاشرے کی اہم اساس ہیں ۔ معاشرے کی اچھائی و برائی انہی پر موقوف ہوتی ہے ۔ اور صاف ظاہر ہے بچے و بوڑھے بیچارے تو کچھ کرنے سے رہے۔ اور اس جذبہ خدمت کے پیش نظر آپ فرماتے ہیں میں نے ایک منصوبہ تشکیل دیا وہ یہ کہ ایک اسلامی پلیٹ فارم قائم کروں اور نئی نسل کو اس پلیٹ فارم پر جمع کروں ۔ جس کے ذریعے ایک مرتب و منظّم اسلامی معاشرہ تشکیل دوں ۔

اس مرکزی پلیٹ فارم کا آغاز نوجوان طلباء سے ہونا تھا ۔ پھر تمام نوجوانوں کو اس میں شامل کرنا تھا۔ جس کے لیے سب سے پہلے آپ طلاب کو جمع کرنا چاہتے تھے ۔ اور آپ کے خیال کے مطابق یہ سب کچھ اسی وقت ممکن تھا جب پنجاب یونیورسٹی کے دینیات سیکشن کا چارج آپ کے ہاتھ میں ہو۔ جس پر اس وقت ایک صدیقی نامی شخص قابض تھے۔ اور دینیات سیکشن کا حصول اس لیے ضروری تھا کیونکہ ایک تو اسلامی معاشرے کی کڑی اسی شعبہ سے ملتی ہے ۔ اور دوسرا یہ کہ طلباء میں آپ کی بات اسی وقت مؤثر ہوسکتی تھی جب آپ کے ہاتھ میں کوئی اختیار ، کوئی پاور ہو۔ اور واضح ہے خدمت خلق بغیر تاثیر کلام کے بے نتیجہ و بے فائدہ ہوتی ہے۔ آپ اپنے اس جذبہ کو بانتیجہ ثابت کرنا چاہتے تھے۔ صدیقی کے قابض ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس وقت دینیات سیکشن کی بڑی بڑی پوسٹیز جامعۃالازہر مصر کی ڈگری کے بغیر آسانی سے نہیں مل سکتی تھیں۔ اور ہر آدمی کو یہ ڈگری میسر نہ تھی تاکہ پہلے صاحب کا تبادلہ یا ریٹائرمنٹ ہوجائے تو دوسرا تعینات ہوسکے۔

منصوبہ کی تکمیل کے لیے آپ نے جامعۃ الازہر مصر ایڈمشن کے لیے خط لکھا۔ تاکہ جب مصر سے ڈگری لے کر آئیں تو گورنمنٹ آپ کو آسانی سے مطلوبہ عہدہ سپرد کردے۔ اور انہوں نے جواب میں کچھ شرائط لکھیں جن میں سے ایک شرط یہ تھی کہ گورنمنٹ بورڈ سے آپ کے پاس فاضل کی ڈگری ہو۔ اور آپ کو اس شرط کے سوائے باقی تمام شرائط حاصل تھیں ۔ آپ ان دنوں گورنمنٹ بورڈ سے فاضل کرنے اور پھر مصر جانے کا مصمم ارادہ کر چکے تھے ۔ اور آپ کے لیے یہ سب کچھ ممکن بھی تھا ۔

ادھر جب آپ کے کچھ بزرگ دوستوں نے آپ کو آمادہ و پُر عزم دیکھا تو انہوں نے آپ کو مشورہ دیا کہ تم یہاں ڈگریوں کے حصول میں وقت کیوں ضائع کر رہے ہو ، یہاں سے سیدھا نجف اشرف جاؤں ، وہاں کچھ عرصہ رہنے کے بعد مصر چلے جانا ۔ اور وہاں سے مصر جانا آپ کے لیے آسان بھی ہے۔ (کیونکہ اس زمانہ میں حوزہ مصر اور حوزہ نجف اشرف کے طلاب تبادلہ کرتے رہتے تھے) ۔ بالآخر آپ ان کا مشورہ مان کر اپنے منصوبے کی تکمیل کے لیے ایران کے راستے سے نجف کے لیے تیار ہوگئے۔

آغاز جدائی:

اس زمانے میں پاکستان ، ایران ، ترکی ان تین ممالک کے درمیان معاہدہ تھا۔ جس کی وجہ سے ان میں سے کسی ملک میں جانے کے لیے ویزا کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ البتہ آپ نے پاسپورٹ حاصل کرلیا تھا کیونکہ کراچی سے آپ کو عراق کا ویزا لینا تھا۔ اور اس وقت اسلام آباد سے ویزا نہیں ملتا تھا۔ یہ ۱۹۶۵ ء کی جنگ سے کچھ دن پہلے کی بات ہے۔ جب آپ ضروریات سفر مہیا کرنے اور خود کو مشکلات سفر کے تحمل پہ آمادہ کرنے میں مشغول تھے۔

بالآخر وہ دن بھی آگیا جب آپ کو اپنے پیاروں کی برستی آنکھوں نے آخری بار دیکھا۔ اور سسکتے ہونٹوں نے آخری بار چوما ۔ آپ ریلوے اسٹیشن لاہور پہ کھڑے تھے جہاں جانے والوں کے قدم ارض وطن کو آخری بار سینے سے لگاتے ہیں۔ آپ کو الوداع کرنے کے لیے آپ کے والد گرامی ، مولانا منظور حسین عابدی صاحب ، آپ کے چچا خادم حسین جعفری صاحب ، اور استاد بزرگوار مولانا عبدالغفور صاحب ساتھ تشریف لائے تھے۔

اس دن آپ سے بچھڑنے والوں نے کئی کئی بار آپ کو اس طرح سینے سے لگایا ۔ جیسے گرمی کا پیاسا بار بار ٹھنڈا پانی پیتا ہے مگر پیاس نہیں بجھتی ۔ کئی بار سینے سے لگانے اور ماتھا چومنے کے بعد آپ کو اپنی سیٹ تک پہنچا دیا گیا ۔ مگر ٹرین چلنے میں کچھ دیر تھی۔ جس کی وجہ سے پھر آپ کو نیچے اترنے کا کہا گیا ۔ آپ نیچے اترے پھر دو چار باتوں کے بعد نئے سرے سے وداع کی تمام رسومات ادا کی گئیں۔ اور اس احساس کی بنا پر کہ کہیں ٹرین چل پڑے اور بچے کو جلدی کی وجہ سے چوٹ لگ جائے ، آپ کو پھر سوار کرا دیا گیا ۔

کچھ انتظار کے بعد جب ٹرین کی سیٹی نہ بجی تو پھر آپ کو اتارا گیا ۔ اور پھر سے آتش فراق کو کچھ کم کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی۔ اسی لمحے وصال کی گھڑیاں ختم ہوچکیں تھیں ۔ آخر آپ کو ہلکی ہلکی سسکیوں کے ساتھ جدا کر کے سامنے سیٹ پر بٹھا دیا گیا۔ سماحۃ الشیخ فرماتے ہیں کہ ''جب میں نے سیٹ پر بیٹھ کر باہر کھڑے ہوئے اپنے پیاروں کو دیکھا تو سسکیوں کے ساتھ ساتھ آنکھوں سے تارے بھی ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے ۔ اتنے میں ٹرین کی سیٹی بجی تو مسافروں میں سوار ہونے کے لیے تیزی آگئی اور کچھ ہماری نبضوں میں بھی تیزی آگئی۔ دل کی دھڑکن اندر سے ٹن ٹن کی طرح کانوں کو سنائی دے رہی تھی دو منٹ کے بعد ٹرین کو جھٹکا لگا وداع کرنے والوں نے آہیں بھر کر دل پہ ہاتھ رکھا۔ بے بسی کے آثار چہروں پر نمایاں تھے۔ ٹرین چلنے لگی تو وہ سسکیاں جو دھوئیں کی طرح دکھ رہی تھیں شعلہ بن کر بلند ہونے لگیں۔ اور میں بھی بے برداشت ہو کر کبھی آنکھیں بند کرتا تھا ۔ اور پھر شاید نہ دیکھ سکوں کے ڈر سے کبھی آنکھیں کھولتا تھا۔ ٹرین چل رہی تھی وہ بھی میری کھڑکی کے سامنے برابر برابر چل رہے تھے ۔ جیسے جیسے ٹرین تیز ہوتی جارہی تھی قدموں کی رفتار کے ساتھ ساتھ رونے کی آواز بھی زیادہ ہوتی جا رہی تھی''۔

بالآخر ٹرین اتنی تیز ہوگئی کہ ان کو معمولی سا دوڑ کر میرے برابر ہونا پڑا۔ پھر فرماتے ہیں '' میری زندگی کی یہ پہلی اور آخری جدائی تھی۔ پھر نہ کبھی ملاہوں نہ بچھڑا ہوں ۔ وہ منظر آج بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ میرے والد گرامی ، بھائی عابدی صاحب اور چچا خادم حسین اور مولانا عبدالغفور صاحب چیخیں مار مار کر رو رہے تھے ۔ اور میری ٹرین کے پیچھے دوڑ رہے تھے۔ بالآخر وہ پیچھے رہ گئے اور ٹرین آگے نکل گئی''۔

جانے والوں کو کب روک سکا ہے کوئی

سید شہزاد نقوی النجفی

حضرت قاسم ابن حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام

اہل قلم جانتے ہیں کہ فن کتابت میں سب سے مشکل کام کسی کی شخصیت کے بارے میں لکھنا ہے اور یہ مشکل اس وقت زیادہ ہوجاتی ہے جب کسی امام علیہ السلام یا امام زادہ کی شخصیت کے بارے میں کچھ لکھنا ہو جیسا کہ حضرت قاسم علیہ السلام ہیں جن کی شخصیت سے کوئی بھی زائر غیر معمولی طرح سے متاثر ہو کر اپنی زندگی سنوارتا ہے یعنی ایسا کبھی بھی نہیں ہوسکتا کہ دنیا کے کسی بھی کونے سے کوئی زائر آئے اور وہ حضرت قاسم علیہ السلام سے متاثر نہ ہو کیوں نہ ہو ایسا کہ حضرت قاسم علیہ السلام جو ایک امام کے بیٹے (موسی ابن جعفر)ایک امام کے بھائی (علی ابن موسی الرضا علیہ السلام)ایک امام کے چچا (محمد ابن علی النقی علیہ السلام) ہیں اور امامت کی گود میں پرورش پائی اور امامت کے ساتھ بچپنہ گزارا اور امام علیہ السلام سے علم دین حاصل کیا اس گود میں کھیلے کہ جس گود میں امام علیہ السلام کھیلے اور نسب میں اس سے زیادہ اور بڑی بات کیا ہوگی کہ جس گود میں حضرت امام علی ابن موسی الرضا علیہ السلام اور حضرت بی بی فاطمہ معصومہ علیہ السلام شہزادی قم المقدس نے جنم لیا اور پرورش پائی اسی گود میں حضرت قاسم علیہ السلام نے جنم لیا اور پرورش پائی یعنی حضرت قاسم علیہ السلام حضرت امام علی رضا علیہ السلام اور حضرت معصومہ قم علیھا السلام کے سگے بھائی ہیں۔ ماں اور باپ دونوں کے لحاظ سے ۔

امام موسی کاظم علیہ السلام کی محبت:

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام اپنے بیٹے سے بے پناہ محبت کرتے تھے یہاں تک کہ آپ علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے لئے یہ فرمایا کہ لوکان الامر لی لجعلتہ فی القاسم (مجمع المصائب)اگر امر (امامت) میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں امامت قاسم علیہ السلام میں قرار دیتا۔

امام علی رضا علیہ السلام کا فرمان:

حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی محبت و مودت اپنے اس بھائی کے لئے

بے انتہائی تھی جب آپ علیہ السلام کو اپنے اس سگے بھائی کی وفات کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا من زار القاسم فقد زارنی (تحیۃ الزائرین) جس نے میرے بھائی قاسم کی زیارت کی گویا کہ اس نے میری زیارت کی۔

محبت علی علیہ السلام کی انتہا:

حضرت قاسم علیہ السلام اپنے جد حضرت علی علیہ السلام سے بہت محبت کرتے تھے بلکہ اپنے جد کے شیعان سے بھی بے حد محبت کا اظہار فرماتے حتی کہ کوئی بچہ حضرت علی علیہ السلام کا نام لیتا اس سے آپ محبت سے پیش آتے جیسا کہ ایک دفعہ حضرت قاسم علیہ السلام نہر فرات کے کنارے ایک گھاٹ کے قریب سے گزرے وہاں ایک بچہ دوسرے بچے سے ولایت علی علیہ السلام کے موضوع پر بحث کر رہا تھا تو ایک بچے نے کہا اگر آپ سچے ہیں تو بیعۃ الغدیر کے بارے میں کیا خیال ہے تو اس پر دوسرا بچہ خاموش ہوگیا تو حضرت قاسم علیہ السلام نے اس بچے کو جس نے یہ کہا کہ بیعۃ الغدیر کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے کو اٹھایا اور پیار کیا۔

مصائب حضرت قاسم علیہ السلام:

طاغی اور سرکش حکومتوں نے اہلبیت علیہم السلام اور ان کے چاہنے والوں کو مختلف اقسام کے عذاب سے دوچار رکھا کبھی زبانیں کاٹی گئیں تو کبھی ہاتھ اور پاؤں جدا کر دئے گئے کبھی ذبح کیا گیا تو کبھی زندہ جلا دیا گیا کبھی زندہ درگو کیا گیا تو کبھی دیواروں میں چنوا دیا گیا۔انہی مظالم سے تنگ آکر حضرت قاسم علیہ السلام نے شیعہ آبادی کے علاقے نہر فرات کے کنارے رخ کیا کچھ عرصہ چلنے کے بعد اسی نہر کے کنارے پر آپ نے دیکھا کہ دو بچے یا دو بچیاں مٹی میں کھیل رہی ہیں (روایت کے اختلاف کی وجہ سے) جیسا کہ ہم نے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ جناب قاسم علیہ السلام ان بچوں کے قریب گئے ان کی باتوں کو غور سے سنا ایک بچہ دوسرے بچے سے کہہ رہا تھا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ امیر وہ ہے جو صاحب بیعۃ الغدیر ہے اگر آپ کے پاس جواب ہے تو جواب دو۔ اس پر دوسرا بچہ خاموش ہوگیا جناب قاسم علیہ السلام نے محبت علی علیہ السلام کے جوش میں آکر اس پہلے بچے کو اٹھایا اور چوما اور سمجھ گئے کہ یہ کسی مومن کا بچہ ہے اور اس سے سوال کیا کہ صاحب بیعۃ الغدیر سے آپ کی کیا مراد ہے تو اس نے کہا کہ اس سے مراد الضارب بالسیفین (دو تلواروں سے لڑنے والا) والطاعن بالرمحین (دو تیروں کو پھینکنے والا) ابا الحسن و الحسین علیہم السلام (حسن و حسین کے والد) علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں ، جناب قاسم علیہ السلام نے یہ سنا تو بہت خوش ہوئے اور اس بچے سے کہا کہ آپ میری اس علاقے کے رئیس کی طرف رہنمائی کر سکتے ہیں یہ بات سن کر بچہ بولا جی ہاں اس علاقے کے رئیس میرے والد صاحب ہیں آپ میرے ساتھ آئیں۔ یہاں تک کہ جناب قاسم علیہ السلام اس کے گھر آئے تین دن ان کے پاس بطور مہمان رہے تین دن گزارنے کے بعد آپ نے گھر کے مالک سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ

یاشیخ انا سمعت ممن سمع من رسول اللہ ان الضیف ثلاثۃ ایام ومازاد عن ذالک یاکل صدقۃ وانی اکرہ ان آکل صدقۃ۔

اے شیخ میں نے ان سے سنا ہے کہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ مہمان تین دن تک ہوتا ہے اگر تین دن سے

زیادہ گزر جائیں تو وہ صدقہ کھاتا ہے اور میں صدقہ کھانا پسند نہیں کرتا ہوں)

جناب قاسم علیہ السلام نے اس گھر والے کو یہ بات نہیں بتائی کہ میں سید ہوں اور صدقہ مجھ پر حرام ہے اور گھر والے شخص سے یہ کہا کہ آپ میرے لئے کوئی کام بتائیں تاکہ میں اپنا کھانا اپنے ہاتھوں سے کما سکوں اور اگر آپ پسند کرتے ہیں تو میں آپ لوگوں کے لئے پانی پلانے کا کام انجام دوں گا اور جناب قاسم علیہ السلام یہی کام کرتے تھے کہ پانی کا برتن اٹھا کر لے جاتے اور اس کو بھر کر واپس پلٹتے اور ان گھر والوں کے لئے ان کی مجلس میں آنے والوں کے لئے پانی پلانے کا کام سرانجام دیتے اور جب بھی پانی بھرنے فرات پر جاتے اور پانی چلو میں بھر کر پھینکتے اورفرماتے یا ماء انت الذی قتل عنک الحسین جدی ظمآنا (اے پانی تیرے پاس میرے دادا حسین علیہ السلام پیاسے شہید کئے گئے۔

جیسا کہ کسی شاعر نے لکھا ہے

القتیل ظمآنا حسین کربلاء--وفی کل عضو من انامله بحر
ووالده ساقی علی الحوض فی غد---وفاطمة ماء الفرات لها مهر

(حضرت امام حسین علیہ السلام کو انہوں نے پیاسا قتل کیاحالانکہ اگر حسین علیہ السلام چاہتے تو اپنی انگلیوں کے ہر پور سے ایک بحر جاری کردیتے اور ایسا کیوں نہ ہوتا کیونکہ ان کے والد حوض کوثر پر ساقی ہوں گے اور پورے فرات کا پانی ان کی والدہ حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیھا کا حق مہر ہے۔)

حضرت قاسم علیہ السلام ہر دفعہ اس طرح کرتے ایک دفعہ گھر کا مالک شیخ جناب قاسم علیہ السلام کے پیچھے فرات کی جانب چلا ار اس نے دیکھا کہ جناب قاسم علیہ السلام کبھی رکوع کررہے ہیں کبھی قیام کر رہے ہیں کبھی سجدے کر رہے ہیں اس واقعہ کے بعد وہ دل سے جناب قاسم علیہ السلام کا احترام کرنے لگا اور اللہ تعالی نے بھی اس کے دل میں جناب قاسم علیہ السلام کی محبت ڈال دی لیکن جب صبح ہوئی تو شیخ نے اپنے قبیلے والوں کو جمع کیا اور ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی بیٹی کا نکاح اس مرد صالح سے کر دوں اس میں آپ لوگوں کی کیا رائے ہے ؟ تو سب نے کہا کہ آپ ٹھیک کہتے ہیں اسی دن اس نے اپنی بیٹی کا نکاح جناب قاسم علیہ السلام سے کر دیا۔

جناب قاسم علیہ السلام اس شیخ کے گھر ایک لمبے عرصے تک رہے یہاں تک کہ اللہ تعالی نے جناب قاسم علیہ السلام کو ایک بیٹی عطا کی جب یہ بچی تین سال کی ہوئی تو جناب قاسم علیہ السلام کو شدید مرض لاحق ہو گیا یہاں تک کہ موت قریب آنے لگی اس وقت شیخ جناب قاسم علیہ السلام کے سرھانے آکر بیٹھا اور جناب قاسم علیہ السلام کے نسب کے بارے میں سوال کیااور کہا اے میرے بیٹے آپ مجھے ہاشمی لگتے ہیں تو جناب قاسم علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں قاسم ابن موسی ابن جعفر علیہ السلام ہوں۔

جب شیخ نے یہ سنا تو رو رو کر کہنے لگا اے بیٹے میں تیرے بابا اپنے امام موسی ابن جعفر علیہ السلام کو کیا منہ دکھاؤں گا مجھے آپ کے بابا سے شرم آئے گی یہ سن کر جناب قاسم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے چچا ایسی کوئی بات نہیں آپ نے میرے اوپر احسان کیا آپ جنت میں ہمارے ساتھ ہوں گے اے چچا جب میری روح پرواز کر جائے مجھے غسل دینا ، حنوط کرنا کفن دینا اور دفن کر دینا لیکن جب آپ حج کرنے کے لئے مدینہ کی طرف جائیں تو اپنی بیٹی اور میری بیٹی کو ساتھ لے جانا جب مدینہ کا بڑا دروازہ آجائے تو اپنی سواریوں سے اتر کر پیدل چلنا میری بیٹی کو آگے چلانا آپ اور آپ کی بیٹی پیچھے چلنا یہاں تک کہ میری بیٹی ایک بڑے دروازے کے پاس جا کر رک جائے گی آپ بھی رک جانا یہ ہمارا دروازہ ہوگا اس کے اندر یتیم بچوں اور بیوہ عورتوں کے سوا کوئی نہ ہوگا میری بیٹی کو اس کے اندر داخل کرکے آپ واپس چلے آنا۔

پس شیخ نے جناب قاسم علیہ السلام کی وصیت کے مطابق جناب قاسم علیہ السلام کو غسل دیا حنوط بھی کیا اور کفن بھی دیا اور دفن بھی کیا جب حج کا موسم آیا مدینہ کی طرف اپنی بیٹی اور جناب قاسم علیہ السلام کی بیٹی کو لے کر چلا جب مدینہ کا بڑا دروازہ آیا تو سواری سے اترا قاسم علیہ السلام کی بیٹی کو آگے کیا خود اور اپنی بیٹی پیچھے چلے کچھ آگے چلنے کے بعد ایک بڑے دروازے کے قریب جناب قاسم علیہ السلام کی بیٹی رک گئی شیخ جناب قاسم علیہ السلام کی بچی کو دروازے سے اندر داخل کیا خود اور اپنی بیٹی کو دروازے سے باہر رکھا اور اندر سے رونے اور پیٹنے کی آواز کے علاوہ اور کچھ نہیں آرہا تھا۔ شیخ سمجھ گیا یہی قاسم علیہ السلام کا گھر ہے شیخ اپنے گھر واپس پلٹا لیکن جب بچی اندر داخل ہوئی تو گھر میں موجود عورتوں نے بچی کے ارد گرد حلقہ بنالیا اور زارو قطار رونا شروع ہوگئیں جناب قاسم علیہ السلام کی ماں نے بچی کو اٹھایا اور پیار کیا اور کہا کہ اے بچی میرا قاسم کہاں ہے تو جب عورتوں نے پوچھا کہ اے قاسم کی ماں آپ نے کیسے پہچان لیا کہ یہ قاسم علیہ السلام کی بچی ہے تو اس وقت بی بی نے جواب دیا کہ میں نے اس کی شکل و صورت دیکھی تو قاسم سے خوب ملتی تھی۔

جناب قاسم علیہ السلام کی ماں اس بچی کو دیکھ اور جناب قاسم علیہ السلام کی وفات کی خبر سن کر اس قدر زار و قطار روئیں کہ تین دن بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔

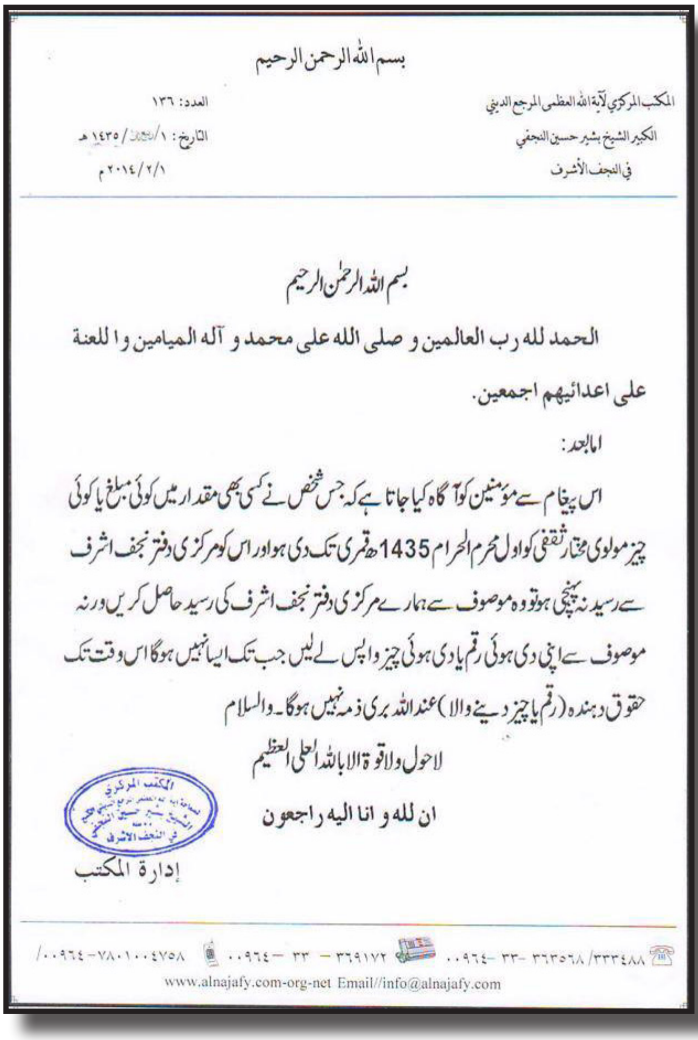

بسم الله الرحمن الرحيم

المكتب المركزي لآية الله العظمى المرجع الديني
الكبير الشيخ بشير حسين النجفي
في النجف الأشرف

العدد: ١٣٦
التاريخ: ١/[illegible]/١٤٣٥ هـ
٢٠١٤/٢/١ م

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الحمد لله رب العالمين و صلى الله على محمد و آله الميامين و اللعنة على اعدائيهم اجمعين.

امابعد:

اس پیغام سے مؤمنین کوآگاہ کیا جاتا ہے کہ جس شخص نے کسی بھی مقدار میں کوئی مبلغ یا کوئی چیز مولوی مختار ثقفی کو اول محرم الحرام 1435ھ قمری تک دی ہو اور اس کو مرکزی دفتر نجف اشرف سے رسید نہ پہنچی ہو تو وہ موصوف سے ہمارے مرکزی دفتر نجف اشرف کی رسید حاصل کریں ورنہ موصوف سے اپنی دی ہوئی رقم یا دی ہوئی چیز واپس لے لیں جب تک ایسا نہیں ہوگا اس وقت تک حقوق دہندہ (رقم یا چیز دینے والا) عنداللہ بری ذمہ نہیں ہوگا۔ والسلام

لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم

ان لله و انا اليه راجعون

إدارة المكتب

٠٠٩٦٤-٣٣-٣٦٣٥٦٨/٣٣٣٤٨٨ ٠٠٩٦٤-٣٣-٣٦٩١٧٢ ٠٠٩٦٤-٧٨٠١٠٠٤٧٥٨/
www.alnajafy.com-org-net Email//info@alnajafy.com

حضرت جعفر طیار علیہ السلام ایک عظیم قائد

شیخ قیصر عباس

جناب جعفر علیہ السلام تاریخ اسلام کے عظیم ہیرو اور ایسے بابصیرت قائد گزرے ہیں کہ جن کی بصیرت اور حکمت عملی سے ملک حبشہ کا عظیم بادشاہ شرف بہ اسلام ہوا اور ان کی عظیم قیادت کی وجہ سے وہ مسلمان جو مکہ میں کفار کے شر سے محفوظ نہ تھے وہی حبشہ کی سر زمین پر شاہ حبشہ کے مہمان خاص تھے ۔

حضرت ابو طالب علیہ السلام کو خدا نے پانچ خوبصورت اور ممتاز پھولوں سے نوازا کہ بعد میں ہر پھول نے اپنی خوشبو سے کائنات کو معطر کیا ۔ ان پھولوں میں سے ایک پھول کا نام جناب جعفر علیہ السلام ہے جو کہ مکہ میں بعثت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیس سال پہلے پیدا ہوئے ۔ آپ کے یوم ولادت کا تعین مشکل ہے کیونکہ تاریخ نے جہاں اور دوسرے حقائق کو اپنے حجاب میں چھپایا اسی طرح یہ حقائق بھی تاریخ میں مجوب ہیں ۔

جناب جعفر علیہ السلام مولا علی علیہ السلام سے دس سال بڑے تھے جب آپ کی عمر پندرہ سال ہوئی تو کچھ مؤرخین لکھتے ہیں کہ جن کا تعلق عامہ سے ہے کہ آپ کو اپنے چچا حضرت عباس لے گئے تھے اور انہوں نے آپ کی کفالت کی چونکہ حضرت ابو طالب کی مالی حالت اچھی نہیں تھی اور حضرت عباس اس وقت اچھی حالت میں تھے۔ مگر یہ قضیہ بعید از حقیقت ہے کیونکہ عرب میں پانچ بچوں پر مشتمل ہونا یہ کوئی بڑے خاندان پر دلالت نہیں کرتا اور دوسرا حضرت جعفر علیہ السلام اس وقت اپنی عمر کے پندرہ سال گزار چکے تھے اور عالم شباب میں قدم رکھ چکے تھے اور اس عمر میں انسان کما سکتا ہے ۔ ہمارے مؤرخین نے اس قضیہ کے سچے نہ ہونے کہ کچھ اور وجوہات بھی بیان کی ہیں ان کی طرف مراجعہ کیا جاسکتا ہے۔

جناب جعفر علیہ السلام نے اپنے اسلام کا اظہار اس وقت کیا جب اس گھرانے کے وہ فرد کہ جس کو کوکائنات امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے یاد کرتی ہے وہ رسالت مآب کے ساتھ تنہا نماز پڑھتے تھے اسی بات کو ابن اثیر نے یوں بیان کیا ہے کہ: اسلم بعد اسلام اخیہ علی علیہ السلام بقلیل

آپ نے اپنے بھائی علی علیہ السلام کے اظہار اسلام کے تھوڑے عرصے بعد اپنے اسلام کااظہار کیا ۔

آپ کا نام جعفر اور لقب طیار اور کنیت ابو المساکین ہے۔ تاریخ کا عجیب اتفاق ہے اس شخصیت کو طیار کا لقب اور ابو المساکین کی کنتے سے نوازنے والے خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جیسا کہ زمخشری نے لکھا ہے کہ :کان جعفر بن ابی طالب یحب المساکین و یجالسھم و یتحدث الیھم فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یکنیہ ابا لمساکین

حضرت جعفر ابن ابی طالب علیہ السلام مساکین سے بہت محبت کرتے تھے ان کے ساتھ بیٹھتے ان سے گفتگو کرتے اسی وجہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے ان کو ابو المساکین کی کنیت عطا کی۔(ربیع الابرار ج ۴ ص ۱۵۴)

آپ سیرت و صورت میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ تھے ۔ابن اثیر نے لکھا ہے کہ: کان جعفر اشبہ الناس خلقا و خلقاً برسول اللہ ﷺ

حضرت جعفر سیرت و صورت میں جناب رسالت مآب کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے۔

جب حضرت جعفر علیہ السلام حبشہ سے واپس آئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ :یاحبیبی اشبہ الناس بخلقی و خلقی و خلقت من الطینۃ التی خلقت منھا

اے میرے حبیب آپ سب سے زیادہ میری صورت و سیرت کے مشابہ ہیں آپ اس مٹی سے خلق ہوئے ہیں جس سے میں محمد خلق ہوا ہوں۔

جعفر بن أبي طالب رضي الله عنه

(مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۲۷۲)

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لجعفر علیہ السلام انت اشبهت خلقی و خلقی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب جعفر علیہ السلام سے فرمایا کہ آپ میری صورت و سیرت کے مشابہ ہیں (مقاتل الطالبین) محمد علی معلم اپنی کتاب جعفر ابن ابی طالب علیہ السلام رحیق النبوۃ میں علامہ سید صدر الدین شرف الدین کا قول نقل کرتے ہیں کہ:

وقدكشف المرحوم العلامة السيد صدر الدين شرف الدين ذلک السر فی تحليله لحقيقة الشبهه بين النبی و جعفر فقال كان جعفر يشبه النبی فی الخلق و الخلق و حسب جعفر من العلو ان يشبه محمد ا فی مبناه و معناه ثم حسبنا من هذا الشبه ان يكشف عن طهارة جعفر و قدسه وهو فی الجاهلية

علامہ صدر الدین مرحوم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب جعفر علیہ السلام کے درمیان شباہت کی حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرمایا کہ جعفر علیہ السلام رسالت مآب کی صورت وسیرت میں مشابہ تھے تو اس صورت وسیرت کی مشابہت سے واضح ہوتا ہے کہ آپ زمانہ جاہلیت میں بھی قدس وطہارت کے مالک تھے۔

اور مشابہت اس قدر تھی کہ زمخشری جو کہ اہلسنت کے مذہب سے تعلق رکھتا ہے نے لکھا ہے کہ:

كان جعفر اشبه الناس برسول الله خلقا و خلقا وكان الرجل يری جعفر فيقول السلام عليک يارسول الله ﷺ يظنه اياه فيقول لست برسول الله ﷺ انا جعفر

جناب جعفر لوگوں میں سے سب سے زیادہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت و سیرت میں مشابہ تھےاور کوئی آدمی جب جناب جعفر کو دیکھتا تو کہتا کہ اے میرے رسول السلام علیکم تو جواب میں جناب جعفر ارشاد فرماتے کہ میں رسول اکرم نہیں بلکہ جعفر ابن ابی طالب ہوں ۔(ربیع الابرار ج ۲ ص ۵۰۳)

ازدواج:

آپ کی شادی جناب اسماء بنت عمیس سے ہوئی آپ کی اولاد کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ تین تھے یازیادہ مگر آپ کے تین بیٹوں کا ہونا مسلم ہے۔

۱۔جناب عبد اللہ ۲جناب محمد ۳جناب عون

اور وہ معظّمہ جس نے کربلا کی تحریک کوبقاء دیا اور حسین علیہ سلام جیسی شخصیت کی محنت کو بچایا وہ ھستی آپ کی بہو تھی یعنی حضرت زینب سلام اللہ علیھا اور عون ومحمد جناب جعفر کے پوتے ہی تھے جنہوں نے اسلام بچانے کی خاطرامام حسین علیہ سلام پر اپنے آپ کوقربان کر دیا۔

ہجرت حبشہ:

آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے کچھ مسلمانوں کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور اس ہجرت کا مقصد فقط مسلمانوں کو تحفظ دینا نہیں تھا۔چونکہ ابتدائے اسلام میں کفار مکہ نے مسلمانوں کو اذیتیں دینا شروع کر دی تھیں تو ان اذیتوں سے محفوظ رہنے کے لئے مسلمان نے حضرت جعفر طیار کی قیادت میں حبشہ کی طرف

ہجرت کی تھی جیسا کہ کچھ مؤرخین نے لکھا ہے مگر حقیقتاً یہ ہے کہ اسلام کا پیغام پہنچانے کے لیے بھی یہ ہجرت تھی اور حبشہ کی طرف ہجرت اس لئے کی گئی چونکہ نجاشی کی سلطنت میں ظلم نہیں ہوتا تھا۔ میں یہاں پر ایک نکتہ بیان کرنا چاہوں گا کہ اسلام کے سب سے پہلے سفیر حضرت ہیں تو کیا عظمت ہوگی حضرت جعفر طیار کی کہ جو دین خدا کو پہنچانے کے لئے نمائندہ الٰہی کا نمائندہ بن کر گئے اور حبشہ کے بادشاہ کو اپنے کردار اور الٰہی پیغامات سے مسلمان ہونے پر مجبور کر دیا۔

اور جب آپ واپس حبشہ سے لوٹے تو اس وقت رسالت مآب ﷺ نے خیبر کے علاقہ کو فتح کیا تھا اور ابھی تک واپس مدینہ نہیں آئے تھے تو حضرت جعفر طیار مدینہ سے باہر حضرت رسول خدا ﷺ کا انتظار کرنے لگے اور جب رسالت مآب اس مقام پر پہنچے جہاں جناب جعفر موجود تھے تو تاریخ نے یوں تحریر کیا ہے:

یمشی رسول الله الی جعفر اثنتی عشر خطوة و عانقه و قبله بین عینه یفتح الرسول ذراعیه لجعفر بین عینیه ویلتزمه و قال ما ادری بایهما انا اسر بفتح خیبر ام بقدم جعفر

رسول اکرم ﷺ حضرت جعفرؑ کے استقبال کے لئے بارہ قدم آگے بڑھے اور معانقہ کیا اور حضرت جعفرؑ کی پیشانی کو چوم کر انہیں گلے سے لگایا اور فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ میں زیادہ خوش فتح خیبر سے ہوں یا جعفر کے آنے سے۔

جناب جعفر طیارؑ جب ہجرت سے واپس آئے تو ان کے پاس کچھ نہیں تھا نہ مال اور نہ ہی جائداد تو رسول اکرم ﷺ نے مسلمانوں سے مشورہ کیا کہ جعفرؑ اور حبشہ سے آنے والے ان کے بھائیوں کو خیبر کے غنائم میں شریک کریں تو تمام مسلمانوں نے کہا اے رسول خدا ﷺ ہم راضی ہیں تو رسول خدا ﷺ نے ان کو بھی خیبر کے غنائم میں سے حصہ دیا اور مسلمانوں کے لئے خیر و برکت کی دعا کی۔ جب آپ مدینہ واپس آئے تو رسول خدا ﷺ نے مسجد نبوی کے جوار میں سے ایک ٹکڑا زمین کا جناب جعفرؑ کو دیا جہاں آپ نے گھر بنایا کہ جہاں پر مساکین اور ضعفاء آتے تھے۔ حجر عسقلانی لکھتے ہیں: کان جعفر یحب المساکین و یجلس الیهم و یخدمهم و یخدمونه

حضرت جعفر مساکین سے محبت کرتے تھے ان کے پاس بیٹھتے تھے وہ ان کی خدمت کرتے اور مساکین آپ کی خدمت کرتے تھے۔

اور بخاری نے باب مناقب جعفر ابن ابی طالب میں لکھا ہے کہ: کان خیر الناس للمساکین جعفر ابن ابی طالب

مساکین کے لئے لوگوں میں سے سب سے بہتر حضرت جعفر طیار تھے۔

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے:

عن جابر بن یزید الجعفی عن ابی جعفر قال اوحی الله الی رسوله انی شکرت لجعفر بن ابی طالب لاربع خصال فدعاه النبی فاخبره فقال لولا ان الله تبارک و تعالی اخبرک ما اخبرتک ماشربت خمرا قط لانی علمت انی ان شربت زال عقلی و ماکذبت قط لان الکذب ینقص المروؤة وما زنیت قط لانی خفت انی اذا عملت عمل بی وماعبدت صنما قط لانی علمت انه لا یضر ولا ینفع قال فضرب النبی یده علی عاتقه وقال حق لله ان تجعل لک جناحین تطیر بهما مع الملائکة فی الجنة

حضرت جابر نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ نے رسول خدا ﷺ پر وحی کی ہے میں اللہ چار خصوصیات کی وجہ سے جعفر کا شکریہ ادا کرتا ہوں تو نبی اکرم ﷺ نے جناب جعفرؑ کو بلایا اور انہیں بتایا کہ خدا آپ کا شکریہ ادا کر رہا ہے آپ بتائیں کہ آپ نے کیا کیا ہے تو حضرت جعفرؑ نے فرمایا کہ اگر خدا کی ذات نے آپ کو نہ بتایا ہوتومیں کبھی بھی آپ کو نہ بتاتا۔ میں نے کبھی بھی شراب نہیں پی کیونکہ اس سے عقل زائل ہوجاتی ہے، میں نے کبھی بھی جھوٹ نہیں بولا چونکہ اس سے مروت کم ہوتی ہے، میں نے کبھی بھی زنا نہیں کیا اور میں نے کبھی بھی بت کی پوجا نہیں کی چونکہ یہ نفع و نقصان نہیں دیتے تو نبی اکرم ﷺ نے اپنا ہاتھ ان کے کندھے پر رکھا اور فرمایا کہ اب خدا کا حق ہے کہ وہ آپ کو دو پر عطا کرے کہ جن کے ذریعے آپ جنت میں ملائکہ کے ساتھ پرواز کر سکیں۔ (من لایحضرہ الفقیہ ج ۴ ص ۲۹۱)

حضرت جعفر طیار جنگ موتہ میں شہید ہوئے اور وہیں پر دفن ہوئے کہ جہاں پر حضرت عبد اللہ ابن رواحہ اور حضرت زید بن حارثہ دفن ہیں۔ مقام موتہ آج کل اردن میں ہے۔

جنگ موتہ روم کے خلاف لڑی گئی تھی کہ جس میں مسلمان تین ہزار تھے اور کفار ایک لاکھ تھے اس معرکہ میں جناب رسول خدا ﷺ اور جناب علی علیہ السلام نے شرکت نہیں کی تھی اس جنگ میں جناب جعفر علیہ السلام نے بہت زبردست جنگ کی، سب کے سب زخم آپ کے سینے پر تھے پشت پر کوئی زخم نہیں تھا۔ اس جنگ میں آپ کے دو بازو شہید ہوگئےجب آپ گھوڑے سے گرے تھے تو شجاعت اور ہیبت کی وجہ سے کوئی آپ کے قریب نہیں آتا تھا تو اس وقت سب نے آپ پر یک بارگی سے حملہ کیا اور اس وقت رسول خدا ﷺ مدینہ میں منبر پر تشریف فرما تھے اور فرما رہے تھے: و یخبر الناس بما یجری فی المعرکة فرفع یدیه الی السماء وقال اللهم هب لجعفر جناحین یطیر بهما مع الملائکة فی الجنة۔

آپ لوگوں کو منبر پر جنگ کے بارے میں خبر دے رہے تھے اچانک آپ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور فرمایا اے اللہ جعفر کو دو پر عطا فرما کہ جن کے ذریعے وہ جنت میں ملائکہ کے ساتھ پرواز کر سکیں۔ شہادت کے بعد رسول اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ تین دن تک کھانا جناب جعفرؑ کے گھر بھیجا جائے۔

ابو ہاشم جعفری:

یہ امام رضا علیہ السلام کے صحابی ہیں اور حضرت جعفر کی اولاد میں سے ہیں انھوں نے پانچ اماموں سے کسب فیض کیا ہے ان کو جعفری اس لئے کہتے ہیں چونکہ آپ جعفر علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے آپ کا پورا نام داؤد بن قاسم ہے آپ کا مزار سامراء میں ہے۔

قزوین میں بھی آپ کی اولاد دفن ہے اس کے علاوہ صاحب مجلۃ السادات الاشراف نے لکھا ہے عائلہ طیار جو کہ آپ کی نسل سے ہے یہ سعودی عرب، کویت اور اردن میں پائے جاتے ہیں۔

روی الشعبی قال سمعت عبد الله ابن جعفر یقول کنت اذا سألت عمی علیا شیئا فمنعنی اقول له بحق جعفر فیعطینی

الشعبی کہتا ہے کہ میں نے عبد اللہ جعفر سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میں جب اپنے چچا علی علیہ السلام سے کوئی چیز مانگتا تو وہ مجھے نہ دیتے تو میں ان کو اپنے بابا جعفر کے حق کا واسطہ دیتا تو وہ مجھے عطا کر دیتے۔ سفینۃ البحار

(حصہ سوم)

(السید قاسم شاہ الرضوی)

امام صادق علیہ السلام کا اپنے شیعوں کے نام ایک خط

مرحوم کلینی نے جس حدیث سے روضۃ الکافی جلد کی ابتداء کی ہے وہ چھٹے امام جعفرالصادق علیہ السلام کا اپنے اصحاب یعنی اپنے زمانے کے شیعہ کی طرف ایک خط ہے۔

امام علیہ السلام کے اس خط کو مرحوم کلینی نے تین اسانید کے ساتھ ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام علیہ السلام نے اس خط کے لکھنے کے ساتھ اپنے شیعوں کے یہ حکم دیا اس خط کو پڑھیں ،پڑھائیں،اس میں غور و فکر کریں، بار بار اس میں نظر کریں اور اس پر عمل کریں تو اسی وجہ سے مومنین اس مبارک خط کو اپنے گھروں میں جائے نماز میں رکھا کرتے تھے اور نماز سے فارغ ہو کر اس میں غور و فکر کیا کرتے تھے۔یہ اس خط کا تیسرا حصہ ہے دوسرا حصہ پچھلے شمارے میں نشر کیا گیا تھا۔

امام علیہ السلام اھل ذکر، آئمۃ الھدی کی مزید صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔۔۔۔!

أرشدوه و أعطوه من علم القرآن ما يهتدي به إلى الله بإذنه و إلى جميع سبل الحقّ، و هم الذين لا يرغب عنهم و عن مسألتهم و عن علمهم الذي أكرمهم الله به و جعله عندهم إلّامن سبق عليه في علم الله الشقاء في أصل الخلق تحت الأظلّة، فاولئك الذين يرغبون عن سؤال أهل الذكر و الذين آتاهم الله تعالى علم القرآن و وضعه عندهم و أمر بسؤالهم،

یہ وہی لوگ ہیں جن سے اعراض نہیں کیا جاسکتا ،اور نہ ہی کوئی ان سے سوال کرنے اور ان کے علم سے استفادہ کرنے سے روگردانی کر سکتا ،وہ علم کہ جس کے ذریعے اللہ عزوجل نے ان ہستیوں کو عزت و کرامت بخشی اور علم ان کے سینوں میں قرار دیا (ہاں ان سے منہ وہی پھیر سکتا ہے)جس کی اصل خلقت میں شقاوت و بد بختی کا علم یوم المیثاق سے ہے ، بس اس طرح کے شقی اشخاص ہی اہل ذکر سے سوال کرنے کا انکار کرتے ہیں جب کہ اہل ذکر تو وہ ہیں کہ جنہیں اللہ نے علم قرآن عطا کیا ہے ، ان کے سینوں میں قرآن کا علم رکھا ہے اور انہی سے سوال کرنے کا حکم دیا ہے۔

فاولئك الذين يأخذون بأهوائهم و آرائهم و مقاييسهم حتّى دخلهم الشيطان؛ لأنّهم جعلوا أهل الايمان في علم القرآن عند الله كافرين، و جعلوا أهل الضلالة في علم القرآن عند الله مؤمنين، و حتّى جعلوا ما أحلّ الله في كثير من الأمر حراماً، و جعلوا ما حرّم الله في كثير من الأمر حلالًا،

بس جو لوگ دین کو اپنے خواہش نفس، رائے اور قیاس سے حاصل کرسکتے ہیں وہ گمراہ کن آئمہ ہیں یہاں تک کہ شیطان نے ان کی ذات میں بسیرا کر لیا ہے چونکہ وہ لوگ جو قرآن میں اللہ کے نزدیک اہل ایمان ہیں انہیں ان گمراہ کن آئمہ نے کافر قرار دیا ہے جب کہ جو لوگ کتاب خدا اللہ کے نزدیک گمراہ کن ہیں انہیں مؤمن قرار دیا ہے بلکہ حد تو یہ ہے کہ بہت سے ایسے امور جنہیں اللہ تعالی نے حلال قرار دیا تھا انہوں نے حرام قرار دے دئے (اس کے برعکس) بہت سی ایسی چیزیں جنہیں اللہ نے حرام قرار یا ہے اہل باطل ان چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں۔

فذلك أصل ثمرة أهوائهم، و قد عهد إليهم رسول الله صلى الله عليه و آله قبل موته فقالوا: نحن بعدما قبض الله رسوله يسعنا أن نأخذ بما اجتمع عليه رأي الناس بعد قبض الله تعالى رسوله، و بعد عهده الذي عهده إلينا و أمرنا به مخالفة للهتعالى و لرسوله صلى الله عليه و آله، فما أحد أجرأ على الله و لا أبين ضلالة ممّن أخذ بذلك، و زعم أنّ ذلك يسعه،

یہ سب خواہشات نفسانی (ھوائے نفس) کی اتباع کا نتیجہ ہے جبکہ اللہ کے رسول ﷺ نے شہادت سے قبل ہی (اپنے وصی کے حوالے سے) ان تمام لوگوں سے عہد لے لیا تھا لیکن وہ کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے واپس بلا لیا تو رسول ﷺ کے شہادت کے بعد اور وہ عہد جو انہوں نے ہم سے لیا تھا اور اس کا حکم دیا تھا، اس کے باوجود ہمارے لئے یہ جائز ہے کہ ہم وہ فیصلہ کریں کہ جس پر لوگوں کی رائے جمع ہو جائے یہ سب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہوئے انہوں نے کیا لہٰذا جو یہ جائز قرار دے اور اس طرح (لوگوں کی رائے سے) حکم الٰہی کو حاصل کرے اس سے بڑا گمراہ اور خدا کے مقابلے میں جرأت کرنے والا کوئی نہیں۔

و الله إنّ للّه على خلقه أن يطيعوه و يتّبعوا أمره في حياة محمّد صلى الله عليه و آله و بعد موته، هل يستطيع اولئك أعداء الله أن يزعموا أنّ أحداً ممّن أسلم مع محمّد صلى الله عليه و آله أخذ بقوله و رأيه و مقاييسه؟ فإن قال: نعم، فقد كذب على الله، و ضلّ ضلالاً بعيداً، و إن قال: لا، لم يكن لأحد أن يأخذ برأيه و هواه و مقاييسه، فقد أقرّ بالحجّة على نفسه و هو ممّن يزعم أنّ الله يطاع و يتّبع أمره بعد قبض الله رسوله صلى الله عليه و آله، و قد قال الله تعالى- و قوله الحق-: «وَ ما مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَ فَإِنْ ماتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلى أَعْقابِكُمْ وَ مَنْ يَنْقَلِبْ عَلى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئاً وَ سَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ» [آل عمران (٣): ١٤٤]

خدا کی قسم مخلوق کے ذمے اللہ کا حق ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت کریں اور اس کے امر کی اتباع کریں چاہے حضرت محمد ﷺ حیات ہوں یا دنیا سے کوچ کر چکے ہوں کیا یہ دشمنان خدا یہ گمان کرتے ہیں کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ کے دین پر ایمان لایا ہے وہ اپنے ہی قول، رائے اور قیاس پر عمل کر سکتا ہے؟ اگر یہ کہتے ہیں کہ "ہاں" تو کہنے والا خدا کی طرف جھوٹ کی نسبت دے رہا ہے اور بری طرح سے گمراہ ہوگیا ہے اگر جواب "نہیں" میں ہے تو پھر کسی کو بھی اپنی رائے، ھوائے نفس اور قیاس سے کام لینے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ یہ شخص خود ہی اپنے اوپر حجت تمام ہونے کا اقرار کر چکا ہے باوجود اس کے یہ ان لوگوں میں سے ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ (ہماری طرف سے) اللہ کی ہی اطاعت اور اس کے امر کی پیروی کی جارہی ہے اگرچہ نبی ﷺ دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی ----! جبکہ کہ اللہ عزو جل نے کہہ دیا ہے اور اس کا قول بالکل بر حق ہے۔ سورہ آل عمران آیت ۱۴۴ ترجمہ آیت: "اور محمد ﷺ تو صرف ایک رسول ہیں کہ جن سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل ہو جائیں تو تم الٹے پیروں پلٹ جاؤ گے؟ تو جو بھی ایسا کرے گا وہ خدا کا کوئی نقصان نہیں کرے گا اور خدا تو عنقریب شکر گزاروں کو ان کی جزاء دے گا۔"

و ذلك ليعلموا أنّ الله تعالى يطاع و يتّبع أمره في حياة محمّد صلى الله عليه و آله و بعد قبض الله محمّداً صلى الله عليه و آله، و كما لم يكن لأحد من الناس مع محمّد صلى الله عليه و آله أن يأخذ بهواه و لا رأيه و لا مقاييسه خلافاً لأمر محمّد صلى الله عليه و آله، فكذلك لم يكن لأحد من الناس من بعد محمّد صلى الله عليه و آله أن يأخذ بهواه و لا رأيه و لا مقاييسه».

اور یہ اسی لئے خدا نے کہا ہے تاکہ یہ لوگ جان لیں کہ اللہ تعالی کی اطاعت اور اس کے امر کی اتباع حیات حضرت محمد ﷺ میں بھی کی جاتی ہے اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی اور جس طرح نبی ﷺ کے ساتھ رہنے والوں میں سے کسی ایک کو بھی یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ امر نبی ﷺ کے خلاف اپنی رائے، خواہش نفس اور قیاس کے ذریعے حکم خدا کو لے اسی طرح حضرت محمد ﷺ کی وفات کے بعد بھی کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ ھوائے نفس، قیاس اور رائے سے دین حاصل کرے۔

و قال: «دعوا رفع أيديكم في الصلاة إلّا مرّة واحدة حين تفتتح الصلاة؛ فإنّ الناس قد شهروكم بذلك و الله المستعان، و لا حول و لا قوّة إلّا بالله».

امام علیہ السلام نے مزید فرمایا:
نماز میں ہاتھوں کو تکبیروں کے وقت بلند کرنا بھی ترک کر دیا کرو سوائے اس وقت کہ جب نماز شروع کرو (تکبیرۃ الاحرام میں) کیونکہ لوگ تمہیں اس صفت سے مشہور کرنے لگیں گے (بہر حال) اللہ مدد گار ہے اور کوئی قدرت و طاقت نہیں ہے سوائے اللہ کے۔
ضروری وضاحت: تکبیرۃ الاحرام کے علاوہ دوسری تکبیروں میں ہاتھوں کو بلند کرنا شیعوں کے ساتھ خاص ہے لہٰذا اگر تقیہ کا مورد ہو تو صرف تکبیرۃ الاحرام میں ایسا کیا جائے ورنہ پہچان ہو جائے گی، امام علیہ السلام کا یہ کلام دلالت کرتا ہے کہ مؤمن کو جان کی حفاظت کی خاطر تقیہ سے کام لینا کتنا ضروری ہے۔

و قال: «أكثروا من أن تدعوا الله؛ فإنّ الله يحبّ من عباده المؤمنين أن يدعوه، و قد وعد عباده المؤمنين بالاستجابة، و الله مصيّر دعاء المؤمنين يوم القيامة لهم عملاً يزيدهم به في الجنّة، فأكثروا ذكر الله ما استطعتم في كلّ ساعة من ساعات الليل و النهار؛ فإنّ الله تعالى أمر بكثرة الذكر له، و الله ذاكر لمن ذكره من المؤمنين، و اعلموا أنّ الله لمن يذكره أحد من عباده المؤمنين إلّا ذكره بخير،

(خداوند کریم سے تعلق محکم کرنے کے حوالے سے امام علیہ السلام اپنے شیعوں کو یوں نصیحت فرماتے ہیں:)
زیادہ سے زیادہ اللہ کو پکارو کیونکہ وہ اپنے مؤمن بندوں سے اس بات کو پسند کرتا ہے وہ اللہ کو پکاریں، دعا کریں اور اس نے اپنے مؤمن بندوں سے استجابت کا وعدہ بھی کیا ہے اور اللہ مؤمنین کی دعاؤں کو قیامت کے دن ان کا ایسا عمل بنا دے گا جس کے سبب انہیں جنت میں مزید مقام دے گا۔ لہٰذا جتنی تمہاری استطاعت ہے دن رات کی ہر گھڑی میں اللہ کو یاد کرو کیونکہ یہ حکم خود اللہ نے دیا ہے کہ کثرت کے ساتھ اسے یاد کیا جائے اور اسی کا ذکر کیا جائے جب کہ اللہ خود ان مؤمنین کو یاد رکھتا ہے جو اللہ کو یاد رکھتے ہیں اور اس کا ذکر کرتے ہیں اور یاد رکھو کہ اللہ کے مؤمن بندوں میں سے جو بھی اللہ کو یاد رکھتا ہے تو اللہ اس سے کہیں زیادہ بہتر طریقے سے بندے کو یاد کرتا ہے۔

مرجع عالی قدر دام ظلہ سے پوچھے گئے
سوالات وجوابات

مترجم : سید نذر حسنی

سوال:انعقاد نطفہ کے بعد جبکہ یقین ہوجائے تو کیا جان بوجھ کر اس نطفہ کو ضائع (سقط) کرنا صحیح ہے یا نہیں ؟ جبکہ چار ماہ کے بعد اس میں روح آجاتی ہے ۔یعنی روح داخل ہونے سے قبل کس صورت میں ضیاع نطفہ جائز ہے یا اگر حرام ہے تو اس کی دیت کتنی ہوگی اور دیت کس کو دی جائے گی ؟ جبکہ میاں بیوی دونوں اس کام پر راضی ہوں تو اس صورت میں دیت کس کو دی جائے گی یا میاں بیوی میں سے ایک فرد ضیائع نطفہ پر راضی ہو جبکہ دوسرا فریق راضی نہ ہو ؟ گزارش ہے کہ اس مسئلہ کی توضیح فرمادیں ۔ مفصل طریقہ سے بیان فرمائیں کہ کن صورتوں اور مراحل میں دیت کی کتنی مقدار ہوگی؟

جواب:بسمہ سبحانہ !انعقاد نطفہ کے بعد اس کو گرانا جائز نہیں ہے اور یہ گناہ کبیرہ میں سے ہے اور ہر چالیس دن حمل کے مقابل میں شرعی ۱۵مثقال سونا (طلا) دیت ہوگی اور یہ دیت اس پر واجب ہوگی جس کے فعل سے یہ حمل ساقط ہوا ہے ۔ اگر باپ نے کیا ہے تو دیت ماں کی ہوگی ۔ اور ماں نے کیا ہے تو دیت باپ کی ہوگی ۔اور اگر دونوں اس جرم میں شریک تھے تو اس گرنے والے بچے کے بھائی اور بہنیں اس دیت کے مالک ہونگے ۔ اور اگر دوسرے طبقے کے افراد نہیں ہیں تودیت تیسرے طبقے کے افراد کی ہوگی اور اگر کوئی بھی نہیں ہے تو دیت امام زمان (عج) کی ہوگی۔ واللہ العالم

سوال:والدین نے اپنی تین سالہ لڑکی کا نکاح کیا ، کیا لڑکی بالغ ہونے کے بعدبغیر کسی عذر کے نکاح فسخ کر سکتی ہے ؟

جواب:بسمہ سبحانہ !اگر نکاح کے وقت والد نے بچی کی مصلحت کو پیش نظر رکھا تھا تو اس صورت میں بچی کو فسخ کا حق نہیں ہے۔ اور اگر صرف بچی کی مصلحت کو پیش نظر نہیں رکھا تھا تو بچی کو بالغ ہونے کے بعد فسخ نکاح کا حق ہے۔واللہ العالم

سوال: آدمی اگر ایک لاکھ پاکستانی بینک میں اپنی رقم فکس (Fix) کرتا ہے ۔ ہر ماہ ۱۴۰۰=/ روپے ماہوار رقم بھی مل جاتی ہے اور ایک لاکھ بھی محفوظ ہے۔ اس منافع کی شرعی حیثیت کیا ہے ؟

جواب:بسمہ سبحانہ ! کیونکہ مجریہ حالیہ بینک یہ رقم قرضہ کے طور پر لیتے ہیں ۔ اگرچہ وہ امانت کا نام دیتے ہیں ، اس لیے یہ سود ہے اور جائز نہیں ہے ۔ البتہ وہ ایک لاکھ روپیہ بینک کو ایک لاکھ بیس ہزار روپے کے مقابلے میں بیچے اور مدت معینہ کے بعد بیس ہزار روپے وصول کرنے کے بعد ایک لاکھ روپیہ کو دوبارہ بیچ دے اور اس طرح مسلسل کرتا رہے تو کوئی حرج نہیں ہے ۔ واللہ العالم

سوال: تکبیرۃ الاحرام کے بعد کی دعا اور سجدہ میں پڑھی جانے والی دعا یا خیر المسؤلین و یا خیر المعطین ---- الخ غیر عربی میں پڑھ سکتے ہیں ؟

جواب:بسمہ سبحانہ !معصومین علیھم السلام سے منقول دعاکو صرف عربی میں پڑھنا چاہیے۔ واللہ العالم

سوال:افیون کے بارے سننے میں آیا ہے کہ پاک ہے اور اس کا کھانا حلال ہے ۔ اس کے بارے میں تھوڑی سی وضاحت فرمائیں ؟

جواب:بسمہ سبحانہ !افیون پاک ہے ۔ لیکن اس کا کھانا حرام ہے ۔ واللہ العالم

سوال:اگر لڑکا لڑکی کی فقط منگنی ہوئی ہو۔کیاوہ آپس میں مل جل سکتے ہیں ؟

جواب:بسمہ سبحانہ !جب تک شرعی نکاح نہ ہو اس وقت تک دونوں ایک دوسرے سے اجنبی ہیں اور نامحرم ہیں ۔ واللہ العالم

سوال: بھابھی دیور کو بھائی جیسا سمجھتی ہے اور دیور بھابھی کو بہن جیسا سمجھتا ہے ۔ ان کا آپس میں ملنا جلنا یا اکیلے سفر کرنا یا مصافحہ وغیرہ کرنا اور اسی طرح چچا یا ماموں زاد کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:بسمہ سبحانہ ! دیور اور چچازاد اجنبی ہیں اور نامحرم ہیں ۔ اور مذکورہ بالا تصرف جائز نہیں ہے واللہ العالم

سوال: کیا باپ اپنی بیٹی کو فروخت کرسکتاہے ۔ شرعاً حکم صادر فرمائیں ؟

جواب:بسمہ سبحانہ !انسان اپنے باپ دادا اور حضرت آدم علیہ السلام تک نہ کسی کا مالک ہوسکتا ہے اور نہ ہی کسی کو فروخت کر سکتا ہے ۔ اسی طرح ہر انسان اپنی اولاد میں سے کسی کا نہ مالک ہے اور نہ ہی اس کو فروخت کرسکتا ہے۔ واللہ العالم

سوال: امریکہ اور برطانیہ میں ڈاکٹر انسان کے جسم سے گوشت یا ہڈی کا ٹکڑا لے کر اس سے ایک کامل انسان تیار کرتے ہیں تو یہ ماخوذ آیا ارث پائے گا اور دوسرانماز کے لحاظ سے (مرد وزن) کونسا وظیفہ رکھتا ہے ؟

جواب:بسمہ سبحانہ !مذکورہ صورتحال میں گوشت یا ہڈی سے بنا ہوا انسان جس کی ہڈی یا گوشت لیا گیا ہے تو اس کا بیٹا بیٹی نہیں سمجھا جائے گا۔ لہٰذا وہ احکام جو باپ، بیٹایابیٹی کے مابین جاری ہوتے ہیں وہ جاری نہیں ہوں گے ۔اور اس کو مرد یاعورت سمجھنے کے لیے اگر اس میں خواص مرد پائیں جائیں تو وہ مرد سمجھا جائے گا اور اگر صفات عورت پائی جائیں گی تو وہ عورت سمجھی جائے گی۔ واللہ العالم

سوال: مستورات تدریجاً مال جہیز جو جمع کرتی ہیں کیا اس پر خمس ہے ؟

جواب:بسمہ سبحانہ !اس مسئلہ کی صورتیں ہیں ۔

۱)۔آپ نے وہ سامان مخمس مال سے خریدا ہے ۔اور اس کو ابھی تک یعنی شادی سے پہلے بچی کی ملکیت نہیں کیا ہے تو اس صورت میں اس جہیز کا

خمس واجب نہیں ہے۔

۲)۔آپ نے وہ سامان غیر مخمس مال سے خریدا ہے اور بچی کی ملکیت نہیں کیا ہے تو سال گزرنے پر اس پر خمس واجب ہوگا۔

۳)۔آپ نے یہ جہیز مخمس مال سے خریدا ہے اور اس کو فوراً بچی کی ملکیت قرار دیا ہے۔ اور بچی ابھی نابالغ ہے یعنی نو سال کی نہیں ہے تو اس صورت میں جب تک بچی بالغ نہ ہو تو آپ پر خمس واجب نہیں ہے۔ کیونکہ آپ نے مخمس مال سے خریدا تھا اور وہ اب آپ کی ملکیت میں بھی نہیں رہا۔ اور بچی پر واجب نہیں ہے کیونکہ وہ ابھی نابالغ ہے۔

۴)۔آپ نے جہیز مخمس مال سے خریدا ہے۔ اور ابھی بچی کی ملکیت قرار دیا ہے اور بچی نے اس کو استعمال نہیں کیا ہے تو اس صورت میں بچی پر اس کا خمس واجب ہوگاجب کہ بچی بالغ ہو۔

۵)۔آپ نے یہ جہیز مال مخمس سے خریدا ہے اور بالغ بچی کو اس کا مالک بنا دیا ہے۔ اور بچی نے اپنے لیے خمس کی تاریخ معین کی ہوئی ہے۔ اور ابھی تک وہ تاریخ نہیں آئی ہے تو اس صورت میں آپ پر خمس واجب نہیں ہے۔ اور بچی پر اس صورت میں واجب ہوگا اگر اس نے خمس کی تاریخ آنے سے پہلے اس جہیز کو حسب معمول استعمال نہ کیا ہو۔

۶)۔اگر آپ نے یہ جہیز غیر مخمس مال سے خریدا ہے اور نابالغ بچی کی ملکیت کر دیا ہے تو اس کا خمس آپ پر واجب ہوگاجب تک بچی نابالغ ہے اس وقت تک اس کا خمس اس پر نہیں ہوگا۔

۷)۔اگر آپ نے یہ مال غیر مخمس سے خریدا ہے اور آپ کی خمس کی تاریخ نہیں ہے تو اس مال کا خمس اس پر واجب ہوگا جس بچی کو آپ نے دیا ہے۔ اگر اس کی خمس کی تاریخ ہے اور اس تاریخ تک بچی نے استعمال نہیں کیا تو اس پر اس کا خمس تاریخ آنے پر دینا ہوگا۔ اگر اس کی خمس کی تاریخ مقرر نہیں تو فوراً اس کا خمس دینا ہوگا۔ واللہ العالم

سوال:ایرانی پیسوں پر امام ہشتم کا اسم مبارک لکھا ہوا ہے اور ساتھ ضریح مبارک کی تصویر بھی بنی ہوئی ہے تو اس صورت میں نام کے مس کرنے کے حوالے سے کیا حکم ہے جبکہ بار بار وضو کرنے سے لاچار ہو؟

جواب:بسمہ سبحانہ!احتیاط اس میں ہے کہ بغیر وضو کے امام کے نام کو مس نہ کرے۔ جیسے بعض کرنسی پر خدا کا نام یا قرآنی آیات لکھی ہوئی ہیں۔ ان کا یہی حکم ہے اور واجب ہے کہ وضو کے بغیر خدا کے نام کو اور نقوش قرآنی کو مس نہ کرے۔ اور یہ کوئی مشکل عمل نہیں ہے۔ کیونکہ آپ نوٹ کو تہہ کر سکتے ہیں یا ایسی جگہ سے ہاتھ میں لیں جہاں پر یہ مقدس کلمہ تحریر

نہ ہوں۔ واللہ العالم

سوال:جو شخص پہلی مرتبہ اپنے گھر اور گھر میں موجود تمام اشیاء کا خمس نکالنا چاہے تو اس کا کیا طریقہ کار ہے۔ کیا سب چیزوں سے خمس نکالنا ضروری ہے یا جو حسب ضرورت ہیں ان پر واجب الادا ہے ؟

جواب:بسمہ سبحانہ! موجودہ چیزیں اورسازو سامان جو استعمال کے لیے خریدا ہے اور استعمال میں آرہا ہے یا آچکا ہے ، جس قیمت پر وہ سامان خریدا تھا اس کے خمس کا تیسرا حصہ بطورمصالحت ادا کیا جائے گا۔ اور وہ سامان جو استعمال میں ابھی تک نہیں آیا ہے اور استعمال کے لیے ہی خریدا گیا ہے تو اس کی قیمت کا پورا خمس ادا کرنا ہوگا۔ البتہ زیور یا نقدی کا پورا خمس دینا ہوگا۔اگر پانچ تولے سونا یا چاندی ہے تو اس کا ایک تولہ خمس ہوگا۔ اور وہ چیزیں جو بزنس کے لیے خریدی جاتی ہیں تو اس کی موجودہ قیمت یعنی جس قیمت پر اسے بیچا جائے گا اس کا پورا خمس دینا ہوگا۔ البتہ واضح رہے کہ گھر کے سامان کا خمس صرف ایک ہی دفعہ دینا ہوگا۔ اور اس کے بعد جو سامان مخمس مال سے خریدا جائے گا اس کا خمس واجب نہیں۔ اسی طرح غیر مخمس مال سے خریدا ہوا سامان جو استعمال میں سال کے اندر آجائے اس کا خمس بھی واجب نہیں ہوگا۔اورظاہر ہے کہ یہ سب حکم تفصیلی اس صورت میں ہے کہ اگر آپ نے اپنے سازو سامان کا خمس نکال کر خمس کی تاریخ مقرر کردی ہے۔ واللہ العالم

مرجع عالی قدر دام ظلہ سے ھالینڈ کی سفیر کی ملاقات

مس جینٹ سپین (ms.Jeannette Seppen) نے مرجع عالی قدر سے ان کے مرکزی دفتر نجف اشرف میں ملاقات کی ۔

اس ملاقات کے دوران مرجع عالیقدر نے مس سپین سے کہا کہ عراق اور ہالینڈ کے درمیان تعلقات کو مضبوط بنایا جائے خصوصاً اقتصادیات کے شعبہ میں ۔

اور مرجع عالیقدر نے اس بات پر بھی زور دیا کہ دہشت گردی کے خلاف ہالینڈ کو واضح موقف اختیار کرنا چاہئے کیونکہ ہالینڈ میں ایسی کورٹ و عدالت موجود ہے جہاں عالمی جرائم کے مقدمات کو سنا جاتا ہے ۔

خاص طور پر عراق میں جاری خون ریزی اور دہشت گردی کے بارے میں اور ان ممالک کے بارے میں جو اس دہشت گردی میں ملوث ہیں ہالینڈ کی حکومت کا اس بارے میں واضح موقف ہو ۔ وفد سے اختتامی گفتگو کرتے ہوئے مرجع عالی قدر دام ظلہ نے فرمایا کہ اسلام میں ایسے قوانین موجود ہیں جو محبت و الفت اور امن سے زندگی گزارنے کا طریقہ سکھاتے ہیں ۔

مرجع عالی قدر دام ظلہ نے یہ بھی فرمایا کہ اسلامی عقائد کو اور اسلامی دستور کو پڑھنے کی ضرورت ہے جو اہلبیت علیہم السلام کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے تاکہ عالم مغرب کے سامنے اسلام کی حقیقی تصویر واضح ہوسکے کیونکہ دہشت گردوں اور تکفیریوں نے اسلام کی شکل بگاڑ کر پیش کی ہے ۔

دوسری طرف سفیر جینٹ سپین نے مرجع عالیقدر کا شکریہ ادا کیا اور اس بات پر زور دیا کہ وہ مرجع عالی قدر کی نصائح اپنی حکومت کی طرف اور اہل ہالینڈ کی طرف بھیجے گی۔

قطیف (سعودی عرب) سے آئے ہوئے مؤمنین کی مرجع عالیقدر دام ظلہ سے ملاقات

اس ملاقات میں قطیف کے مؤمنین کو نصیحت کرتے ہوئے مرجع عالقیدر نے فرمایا کہ کہ معصومین علیہم السلام کے مراقد کے پاس فقط حضور اور وہاں بیٹھنا مقصود نہیں ہے بلکہ انسان کو پہلے اپنے گناہ سے توبہ کرنی چاہئے اور خصوصا ان گناہوں سے بھی معافی مانگے جو اس نے لوگوں کے حق میں کئے ہیں جس طرح یہ مقامات مقدس ہیں اسی طرح انسان کو بھی یہاں آکر اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کرنا چاہئے تاکہ اس حالت میں اس کو اہلبیت علیہم السلام کی رضا شامل حال ہوسکے ۔

جورجن لینڈ سٹروم کی مرجع عالی قدر دام ظلہ سے ملاقات

سویڈن کے سفیر جورجن لینڈ سٹروم (Mr. Jorgen Lindstrom) نے مرجع عالی قدر دام ظلہ سے نجف اشرف میں ان کے مرکزی دفتر میں ملاقات کی۔

اس ملاقات میں مرجع عالی قدر دام ظلہ نے اپنے مہمان سفیر سے پوچھا کہ سویڈن نے دہشت گردی کے خلاف کیا اقدامات کئے ہیں کیا سویڈن ان ممالک کی مذمت کرتا ہے جو دہشت گردی کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔
اس ملاقات کے دوران مرجع عالی قدر نے فرمایا کہ دہشت گردی ایک فتنہ پرور مرض ہے لہٰذا تمام عقلاء عالم پر ضروری ہے کہ وہ اس دہشت گردی کے بارے میں فیصلہ کن موقف اختیار کریں اور ایسے نقطہء نظر سے اجتناب کیا جائے جو دہشت گردی کو فروغ دیتے ہیں اور ایسی سیاست سے بھی پرہیز کیا جائے جو پوری انسانیت کے لئے وبال بن جائے۔

مرجع عالی قدر نے اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا کہ اسلام ایسی چیزوں سے پاک ومنزہ ہے کہ جن کی وجہ سے انسان کی عزت و ناموس اور جان کی اہانت ہو۔ دین اسلام عفو و درگزر کرنے والا دین ہے اور علمی ترقی اور معاشرتی ترقی کو فروغ دینے والا دین ہے۔
مرجع عالی قدر دام ظلہ نے اس بات پر بھی زور دیا کہ عراق اور سویڈن کے درمیان تجارتی تعلقات کو مضبوط بنایا جائے اور عراق میں سرمایہ کاری کی جائے اور تجارت کو وسیع پیمانے پر توسیع کیا جائے۔ اگر مخلصین کے تعاون سے صحیح سرمایہ کاری عراق میں ہوجائے تو دنیا کے تمام خطوں میں سے یہ افضل خطہ بن جائے گا۔
دوسری طرف جورجن لینڈ سٹروم نے اپنی کوششوں اور کاوشوں کو بیان کیا جو انہوں نے عراق میں جمہوریت اور تجارت کو فروغ دینے کے لئے کیں۔

مرجع عالی قدر دام ظلہ نے سوریا کے مؤمنین کی مالی امداد فرمائی

مرجع عالیقدر کے نمائندہ جناب شیخ علی بجسون صاحب نے سوریا اور لبنان کے مظلوم اور پریشان حال مؤمنین کی مالی امداد فرمائی اور اسی طرح حوزہ شام کے اساتذہ اور طلاب کی بھی معاونت کی گئی۔
جناب زینب سلام اللہ علیھا کے روزہ پر موجود محافظین کو بھی مساعدات مالیہ عطا کئے گئے وہ علاقے جہاں یہ امدادی عمل پائیہ تکمیل کو پہنچا وہ یہ ہیں: منطقہ زینب سلام اللہ علیھا، منطقہ رقیہ علیھا السلام، حی صادقؑ، حی زین العابدینؑ، المختاریہ، کفر عبدہ کاظمیہ، الاشرفیہ، الکعب، الحازمیہ، النجمہ، اما العبد، الفور، تغربیبہ، العباسیہ، اور شمال سوریہ اور حمص کے بعض علاقے بھی شامل ہیں۔
دوسری جانب ان علاقوں کے مؤمنین نے بھی مرجعیت نجف اور خصوصا آیت اللہ العظمیٰ شیخ بشیر حسین النجفی دام ظلہ کا تہہ ء دل سے شکریہ ادا کیا۔

سماحة آية الله العظمى المرجع الديني الكبير الشيخ بشير حسين النجفي دام ظله